بلوچی اور براہوئی میں قرآن حکیم کے تراجم وتفاسیر

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوئٹہ

پاکستان کی علاقائی زبانوں میں قرآن کے متعدد تراجم وتفاسیرِ قرآن منظر عام پر آچکے ہیں لیکن بلوچی اور براہوی میں جو کام ہوا ہے اس میں سے بہت کم منظر عام پر آیا ہے۔ کچھ خادمین قرآن اور ان کی خدمات کا تذکرہ اس مقالہ میں پیش خدمت ہے۔

مولانا حضور بخش جتوئی۔

مشنریوں کے خلاف مولانا محمد فاضل درخانی کے مشن کو آگے بڑھانے اور بلوچ حلقوں تک پہنچانے میں آپ کا بہت اہم کردار ہے۔(۱) مولانا حضور بخش کی شاعری سے متعلق مولوی عبدالباقی درخانی نبیرہ حضرت محمد فاضل درخانی سے روایت ہے کہ جب قصبہ ''تائب'' کے باشندے دیندار بن گئے تو قرب وجوار کے لوگوں نے ان پر طنزیہ اشعار کہے اور ہر محفل میں طنزیہ اشعار کے ذریعے انہیں رسوا کرنے لگے۔اہل تائب اس صورت حال سے بہت سرگرداں ہوئے ۔مولانا حضور بخش نے ایک ملاقات میں مولانا محمد فاضل سے اس کا تذکرہ کیا۔انھوں نے فرمایا کہ ان کے طنزیہ اشعار کا جواب آپ بھی اشعار میں دیں مولانا جتوئی نے عرض کیا کہ مجھ میں شاعری کی صلاحیت نہیں اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ان کا جواب دیتا۔چنانچہ اس موقع پر مولا فاضل کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا بارہ گاہ ایزدی میں قبول ہوئی ۔اگلے روز مولانا جتوئی اشعار کہنے لگے اور جب مخالفین سے آمنا سامنا ہوا تو وہ مات کھا گئے اور بعد میں اس حد تک خائف ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے خاموشی اختیار کر لی۔

بعدازاں مولانا حضور بخش نے اس جذبہ کو تصنیف وتالیف کے اصلاحی کام پر لگا دیا۔ چنانچہ ان کی تصانیف میں اکثریت منظوم تراجم کی ہے۔ایک قادرالکلام شاعر کی حیثیت سے انھوں نے بعض دینی کتب کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔

مولانا حضور بخش جتوئی کا عظیم ترین کارنامہ قرآن مجید کا صاف وشستہ بلوچی میں ترجمہ ہے

جو آج تک متداول ہے۔(۲)

ترجمہ قرآن مجید بزبان بلوچی

مترجم: مولانا میاں حضور بخش جتوئی اپنے دور کے جید عالم اور بہت بڑے شاعر تھے چالیس کے قریب تصانیف، اکثر بلوچی میں منظوم تراجم، بعض دینی کتب کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا۔(۳)

قرآن مجید کا یہ پہلا بلوچی ترجمہ ہے جو جمادی الاول ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ہندوستان سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر ڈھاڈر بلوچستان سے شائع ہوا۔ صفحات:۱۲۲۴۔

ترجمہ کے وقت مترجم کے پیش نظر شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) اور شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) کے تراجم قرآن پاک تھے۔ ان کے مطالعہ کے بعد آپ نے مغربی بلوچی میں یہ ترجمہ کیا۔ ماہرین کی رائے میں مولانا جتوئی نے اپنا جداگانہ انداز اپنایا۔ اور اسکا مکمل طور پر پتہ نہیں چلتا کہ متذکرہ بالا تراجم ودیگر سے استفادہ کیا گیا ہے یا نہیں

سورہ یسین بزبان بلوچی

مترجم: مولانا حضور بخش جتوئی، سن طباعت واشاعت اور پریس کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔ عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور میں دیا ہے۔ زبان نہایت سلیس ہے اس کا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔

تبارک الذی بزبان بلوچی

مترجم: مولانا حضور بخش جتوئی، اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر ۱۹۴۸ء میں ہے۔ اور ہدیہ پانچ روپیہ درج ہے۔ عربی متن کے ساتھ بلوچی ترجمہ بین السطور چھپا ہے۔

مترجم ومفسر: قاضی عبدالصمد سربازی ومولانا محمد ندوی بلوچ۔

قرآن مجید بلوچی ترجمہ وتفسیر

قرآن مجید کے اس بلوچی ترجمہ کے لئے خان قلات خیر احمد یار خان مرحوم نے ۱۳۵۵ھ/ اگست ۱۹۳۶ء میں کہا تھا قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی عبدالصمد سر بازی پانچ سال میں صرف انیس پاروں کا ترجمہ اور پہلے پارہ کی تفسیر تحریر کر سکے۔ عدلیہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ اس اہم کام کو مکمل نہ کر سکے۔ بعد کے گیارہ پاروں کا ترجمہ مولانا خیر محمد ندوی بلوچ (۴) نے کیا۔

یہ درحقیقت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کی تفسیر کا بلوچی ترجمہ ہے۔ ابتدا کے چند صفحات پیش لفظ اور مترجمین کے احوال زندگی اور دیگر معلومات کے لئے وقف کئے گئے ہیں۔

مولانا احتشام الحق آسیا آبادی نے اسے بڑے اہتمام نے اعلیٰ کاغذ پر آفسٹ کی طباعت اور رنگین کی خوبصورت جلد کے ساتھ الجمعیۃ المرکزیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ پنجگور اور جمعیۃ انصار السنۃ المحمدیۃ تربت مکران کی جانب سے پیش کیا ہے۔ اسے اسحاقیہ پرنٹنگ پریس کراچی نے طبع کیا۔

اس بلوچی ترجمہ وتفسیر کے بارے میں روزنامہ جنگ کراچی (۵) نے لکھا تھا: "بلوچی بولنے والے ایسے لوگ جو دوسری زبانوں سے ناآشنا ہیں۔ ان کے لئے یہ ترجمہ وتفسیر نعمت سے کم نہیں ہے۔ وہ اس کے مطالعہ سے قرآنی احکامات وتعلیمات سے آگاہ ہوتے ہوئے خدا کے آخری پیغام کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں"۔

تفسیر پارہ الم

مفسر قاضی عبدالصمد سر بازی (۱۹۰۲ء ....۱۳ ستمبر ۱۹۷۵ء ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیا گیا ہے اس کے بعد اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ قاضی عبدالصمد سر بازی کو سابقہ ریاست قلات کے محکمہ قضا کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس لئے وہ زیادہ ہی مصروف ہوگئے۔ چنانچہ اس پہلے پارہ کے ترجمہ وتفسیر کو مولوی خیر محمد ندوی بلوچ نے مرتب کیا۔ اور محرم الحرام ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء میں پاک نیوز ایجنسی تربت مکران نے اسحاقیہ پرنٹنگ پریس

جونامارکیٹ کراچی میں چھپوا کر شائع کی۔ یہ تفسیر ۷۸ صفحات پر مبنی ہے۔(۶)

قرآن مجید ترجمہ وتفسیر (قلمی بلوچی)

مترجم ومفسر: مرزا فیض اللہ خان یوسف زئی (۱۹۰۶ء اکتوبر ۱۹۸۱ء وطن مالوف والبندین ضلع چاغی بلوچستان) اپنی زندگی میں صرف تین پاروں کا مکمل ترجمہ وتفسیر لکھ سکے۔ جن کا مسودہ طاہر محمد خان ایڈوکیٹ (سابق وزیر اطلاعات حکومت پاکستان) کوئٹہ کے پاس موجود ہے۔ ان تین پاروں میں سب سے پہلے آیت کا بلوچی ترجمہ ہے اور حاشیہ میں مختصر تفسیر بلوچی ہے۔ ماہرین فن نے آپ کے انداز ترجمہ وتفسیر کو سراہا ہے۔

قرآن مجید (ترجمہ وتفسیر بلوچی قلمی مکمل)

مترجم ومفسر: الحاج عبدالقیوم بلوچ ایم اے (انگریزی) ایل ایل بی ۸/ اگست ۱۹۲۵ء کو پنج گور مکران ڈویژن بلوچستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیر محمد ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی فتح کے وقت مکران آئے تھے۔

قرآن مجید کا بلوچی زبان میں ترجمہ اور تفسیر کی اشاعت کا بندوبست کر رہے ہیں۔ آپ نے ۱۹ اپریل ۱۹۹۷ء کو مجھے لکھا ہے اب مسودہ عزت اکیڈمی پنجگور کے پاس ہے۔ وہ سیپارہ سیپارہ مولوی مولا بخش صاحب کو معائنہ اور ایڈیٹنگ کے لئے دے رہے ہیں۔ محترم سید فصیح اقبال ریٹائرڈ سینٹر نے اپنے فنڈ سے اسکی اشاعت کی خاطر ایک لاکھ روپیہ اکیڈمی مذکور کو دے رکھا ہے"۔(۷)

قرآن مجید مترجم بزبان براہوی

مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری، ناشر: مکتبہ درخانی ڈھاڈر، بلوچستان، مطبع: ہندوستان / سٹیم پریس، لاہور، کاغذ، کتابت وطباعت، بغیر قیمت، سن اشاعت باراول ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء، سن اشاعت دوم: ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء، زیر اہتمام: ادارہ تہذیب وتمدن اسلامی، جامعہ اسلامیہ، اسلام

آباد، تقسیم کنندہ: براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ۔

علامہ محمد عمر دین پوری مستونگ (قلات ڈویژن) کے قبیلہ پندرانی میں پیدا ہوئے مولانا ذاہی مرحوم کی شاگردی میں قرآن مجید ختم کیا۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ اب آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا عبدالغفور ہمایونی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور تین برس کے عرصے میں کتب متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ بعدازاں آپ کا شوق بڑھتا گیا اور تحصیل علم کی خاطر کہیں اور جانے کے لئے سوچنے لگے۔

اس وقت ڈھاڈر (قلات) میں قصبہ درخاں کا مدرسہ مشہور تھا آپ نے یہاں مولانا محمد فاضل کے چچا زاد بھائی اور شاگرد مولانا عبدالحئ کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ استاذ نے آپ کی خداداد قابلیت کا اندازہ لگایا اور آپ کو براہوئی زبان میں کتابیں تصنیف وتالیف کرنے کے لئے کہا آپ نے استاذ کی سرپرستی میں اس اہم ترین کام کا بیڑہ اٹھایا۔

علامہ محمد عمر دین پوری بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مؤلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عملی سیاسی کارکن بھی تھے۔ وہ نظم ونثر دونوں پر یکساں طور پر حاوی تھے۔ آپ نے انچاس کتابیں براہوئی زبان میں تصنیف وتالیف کیں اور اس اعتبار سے وہ براہوئی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ آپ کے بعض مسودات ومخطوطات بھی محفوظ وموجود ہیں جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔ جس کی شستگی کی تعریف کی گئی ہے۔

۱۸۷۷ء/۱۲۹۴ھ میں انگریزوں کا کوئٹہ پر قبضہ ہوا۔ اور اس کے بعد انگریزی فتوحات کا سیلابی عمل بلوچستان کے اطراف وکناف کو اپنی لپیٹ میں لیتا گیا۔ کوئٹہ پر انگریزی قبضہ کے بعد جونہی انگریزوں کو بلوچستان کی صورت حال پر قدرت حاصل ہوگئی۔ تو عمل نفوذ کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ بھی شروع ہوئی۔ اور یہی ان کی یلغار کا دوسرا دور تھا۔ چنانچہ عیسائی مبلغین براہوئی علاقوں میں مصروف عمل ہوگئے۔ ان کا ایک زبردست قائد ریورینڈٹی، جے میسر تھا جو برٹش اینڈ فارن بائبل

سوسائٹی سے متعلق تھا۔

اس کی کتاب کے ہر حصے کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مرقوم ہے: "dedicated to those servants of Christ,whose high privilegeit maybi to evangelize the Brahvi people in the near future........" "یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان پیروؤں کے نام منسوب ہے جن کو یہ عظیم سعادت نصیب ہو سکتی ہے کہ وہ مستقبل قریب میں براہوئی لوگوں کو عیسائی بنا لیں"۔

ان مشنریوں نے ۱۹۰۷ء میں انجیل کا براہوئی ترجمہ بھی شائع کر دیا تھا۔ مولانا عمر دین پوری کا ترجمہ قرآن حکیم (کل صفحات ۱۴۳۸) ۱۳۴۳ھ/ 1915ء میں طبع ہو کر براہویوں کے لئے ڈھال بن گیا۔

انگریزوں کے خلاف ملک بھر میں جدو جہد جاری تھی۔ مولانا محمد عمر اس سے لاتعلق نہ رہے۔ اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے آپ کو دعوت عمل دی۔ یہ دور ہنگامہ خیزیوں کا تھا۔ سارا ملک انقلابی نعروں سے گونج رہا تھا۔ انگریز خلافت اسلامیہ کے خاتمہ کے درپے تھے۔ ترکی "مرد بیمار" مشہور ہو چکا تھا۔ اس پرآشوب موقع پر علی برادران نے تحریک خلافت کا نعرہ بلند کیا۔ ترک موالات کی تحریک سے مولانا عمر دین پوری نے صرف نظر نہ کیا، وہ مرد میدان ثابت ہوئے، اور مولانا عبیداللہ سندھی کی تحریک کو لبیک کہتے ہوئے افغانستان جا پہنچے۔ جب تحریک خلافت ختم ہوئی تو واپس لوٹے۔

واپسی پر جیکب آباد کے قریب ایک بستی "دین پور" بسائی اور وہیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مگر آخری عمر میں "نتر بینٹ" علاقہ جھالاوان آگئے اور آخری دم تک مصروف تبلیغ و تلقین رہے۔ آپ کے درجنوں رفیق کار تھے اور ارادتمندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے۔ آپ نے ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کی صاحبزادی مائی تاج بانو نے تصنیف و تالیف کے ذریعے آپ کا مشن جاری رکھا۔ (۸) مکتبہ

درخوانی کے اس وقت کے مہتمم اور عالم دین مولانا عبدالحئی نے اپنے نامور شاگرد رشید، مدرس اور مبلغ حضرت مولانا علامہ محمد عمر دین پوری کو قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ جسے جناب عمر دین پوری نے دن رات ایک کر کے ترجمہ کر ڈالا۔ ۱۹۱۵ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا (۹) قرآن مجید کے براہوئی ترجمے کی پہلی بار اشاعت کی سعادت بلوچستان کے مخیر اور دین دار بزرگ وڈیرہ حاجی نور محمد خان بنگلزئی کو نصیب ہوئی۔ جنہوں نے اس ترجمہ کی چھپائی کے اخراجات اپنے ذمہ لئے اور یوں یہ ترجمہ ۱۳۳۲ء میں خیر و خوبی سے شائع ہوا۔ جسے ازاں بعد براہوئی قوم میں بلا قیمت تقسیم کیا گیا۔ پہلی اشاعت کے ایک طویل عرصے بعد اس ترجمہ کے نسخے کم یاب ہو گئے تھے۔ لہذا اس ترجمے کی دوبارہ اشاعت کو قومی ہجرہ پروگرام کے تحت منظور کر لیا گیا اور اشاعت کا کام ادارۂ تاریخ وتہذیب وتمدن اسلامی کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ (۱۰) براہوئی زبان وادب کے فروغ کے لئے قائم کی گئی براہوئی اکیڈمی، کوئٹہ نے پہلی اشاعت کا کامیاب اور نایاب نسخہ مہیا کیا۔ جسے ہجرہ کمیٹی لائق اور مخلص صدر جناب اے کے بروہی کی سرپرستی اور ادارہ تاریخ وتہذیب وتمدن اسلامی کے نگران جناب نبی بخش بلوچ (۱۱) کی نگرانی اور سربراہی میں دوبارہ بامعنی عکس کے ساتھ شائع کیا گیا۔

خصوصیات

قرآن مجید بزبان براہوئی، علامہ محمد عمر دین پوری کی ایک اہم اور قابل ذکر کاوش ہے۔ براہوئی زبان میں یہ قرآن مجید کا اولین ترجمہ ہے۔ بعض دوسرے تراجم اور تفاسیر کے علاوہ فاضل مترجم نے یہ ترجمہ خاص طور پر شاہ ولی اللہ (۱۲) کے فارسی ترجمہ ''فتح الرحمن'' شاہ رفیع الدین (۱۳) کے اردو ترجمہ ''توضیح البیان'' اور شاہ عبدالقادر (۱۴) کے اردو ترجمہ موضح القرآن کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے پیش نظر ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ بھی تھا (۱۵) ان تراجم کے علاوہ حضرت علامہ مولانا محمد عمر دین پوری نے جن مصادر ومراجع سے مدد لی ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے: (۱۶)

۱۔ تفسیر عباسی

۲۔ تفسیر جلالین از علامہ جلال الدین سیوطی رجلال الدین محلی

۳۔ تفسیر مدارک التنزیل از ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نفسی ۷۱۰ھ

۴۔ تفسیر خازن

۵۔ تفسیر المعالم از ابومحمد حسین رکن الدین بن مسعود بغوی م ۵۱۶ھ

۶۔ تفسیر بیضاوی از قاضی امام ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر

۷۔ تفسیر درمنثور از علامہ جلال الدین سیوطی

۸۔ تفسیر حسینی از ملاحسین واعظ کشفی

۹۔ تفسیر البیان از ابوجعفر محمد بن جریر الطبری

مترجم کا انداز سادہ اور سلیس ہے۔اس ترجمہ کے دوران قرآن پاک کے کئی تراجم عمر دین پوری صاحب کے مطالعہ میں رہے۔لیکن انہوں نے اس ترجمہ میں کسی ایک مترجم یا مفسر کا اتباع نہیں کیا بلکہ سب کے مطالعہ کے بعد انہوں نے براہوئی زبان میں قرآن مجید کا با محاورہ ترجمہ کیا ہے ترجمہ کا انداز نہایت شستہ اور دلچسپ ہے اور اس میں سلاست اور روانی کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا ہے۔سورۃ الناس کے بعد آٹھ صفحات میں علامہ محمد عمر دین پوری نے عربی فارسی اور براہوتی زبانوں میں اپنے اس عظیم کام کی تکمیل پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکرادا کیا ہے کہ جس نے اپنے ایک عاجز بندے سے اس قدر بڑا کام لیا اور اپنے اس پورے کام کی تفصیل بھی بیان کی ہے ۔ان صفحات میں انہوں نے عربی اور فارسی میں اس ترجمے کی غرض وغایت بیان کی ۔ براہوئی زبان میں اشعار کی صورت میں پندونصائح ہیں۔آخر میں سورتوں کی فہرست اور رموز واوقاف سے متعلق دیگر ضروری معلومات ہیں۔

ترجمہ میں عربی متن میں سورتوں کے آغاز میں ان کے مکی یا مدنی ہونے کا ذکر موجود ہے۔آیات ورکوعات کی تعداد کا ذکر موجود ہے۔لیکن ہر آیت کا نمبرا لگ الگ نہیں ہے جس سے

قاری کو یہ اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ سورت کی کون سی آیت کا مطالعہ کر رہا ہے اس کے علاوہ عربی متن میں کچھ مقامات پر اغلاط بھی ہیں جس کی تصحیح ہجرہ کمیٹی کے تحت شائع ہونے والے قرآن مجید میں بھی نہیں ہے۔ مثلاً سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۷ میں فانتھو کو فانتھوا تحریر کیا ہے(۱۷)

مفتاح القرآن فی براہی اللسان مفسر:

علامہ محمد عمر دین پوری (آپ نے قرآن مجید کے مندرجہ ذیل پاروں کی تفاسیر تحریر کیں۔) (۱) تفسیر الم پارہ ۱ مطبع رفاہ عام لاہور ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء ۱۲۰ صفحات. (۲) سیقول پارہ۲ ایضاً ایضاً ۱۲۰ صفحات. (۳) تلک الرسل پارہ۳ ایضاً ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء ۱۲۰ صفحات. (۴) لن تنالوا البر پارہ۴ ایضاً ۱۲۰ صفحات. (۵) والمحصنت پارہ۵ ایضاً ۱۲۰ صفحات. (۶) وقال الذین پارہ ۱۹ ایضاً ۱۸۴. (۷) قال فما خطبکم پارہ۲۷ ایضاً ۱۲۰. (۸) تبارک الذی پارہ۲۹ ایضاً ۱۸۴. (۹) پارہ عم پارہ۳۰ ایضاً ۱۲۰.

ان سب کی تفاسیر کی کتابت مفسر نے خود کی ہے۔ سب سے پہلے آیت اور اس کا ترجمہ پھر شان نزول اس کے بعد آیت کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کے لئے مفسر نے لفظ خلاصہ استعمال کیا ہے۔ یہ براہوئی زبان میں قرآن مجید کی پہلی تفسیر ہے۔ مگر افسوس زندگی نے وفا نہ کی اور آپ پورے قرآن پاک کی تفسیر تحریر کر سکے۔ مفسر ایک جید عالم تھے۔ اس لئے ناقدین کی رائے میں تفسیر عالمانہ رنگ کی مظہر ہے(۱۸)

پارہ عمّ بزبان براہوئی

مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری ، اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈ (بلوچستان) ۱۹۴۸ میں موجود اور ہدیہ پانچ روپیہ درج ہے۔ پارہ عم کا یہ جدا براہوئی ترجمہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

سورہ ملک بزبان براہوئی

مترجم: علامہ محمد عمر دین پوری۔ اس کا ذکر فہرست کتب مکتبہ درخانی ڈھاڈر (بلوچستان)

۱۹۴۸ء میں موجود اور ہدیہ پانچ روپیہ تحریر ہے۔سورہ ملک کا یہ الگ براہوی ترجمہ دستیاب نہیں۔

القرآن الحکیم وترجمہ معانیہ الی اللغۃ البراھویۃ

مترجم : عبدالکریم مرادعلی لہڑی اثری کتابت : نعمت اللہ بن مولوی محمد سعید (وڈ)

ناشر: مجمع خادم حرمین شریفین فہد بن عبدالعزیز آل سعود المدینہ المنورہ سعودی کتابت : بہترین، طباعت، اعلیٰ، کاغذ : اعلیٰ قیمت: بلا قیمت، ہدیہ منجانب مجمع فہد بن عبدالعزیز صفحات: ۷۹۷

سال طباعت : ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

مولوی عبدالکریم مرادعلی لہڑی اثری (۱۹)

مولوی عبدالکریم کا تعلق بلوچستان کے ضلع خضدار کے علاقہ وڈھ (۱) سے ہے ۔ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔آج کل جامعہ علوم الاسلامیہ مدینہ منورہ میں شعبہ عقیدہ میں درس وتدریس اور معلّمی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔موجودہ دور میں مولوی عبدالکریم لہڑی کا براہوئی زبان میں ترجمہ قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ترجمہ ہے۔جس میں انہوں بڑی محنت سے قرآن مجید کا عام اور آسان زبان میں ترجم کیا ہے۔ براہوئی زبان میں اس ترجمہ کی طباعت واشاعت کی سعادت شاہ فہد بن عبدالعزیز کو حاصل ہوئی ہے۔مجمع ملک فھد بن عبدالعزیز، خادمحرمین شریفین کا اولین مقصد قرآن پاک کی مختلف زبانوں میں اشاعت وطباعت ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے مجمع فھد اور رابطہ عالم اسلامی نے باہمی تعاون اور مدد سے دنیا بھر کے ممتاز علما کے توسط سے مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم اور تفاسیر طبع کیں۔تاکہ عالم اسلام میں بسنے والے مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کر کے اس کے ترجمہ اور مفہوم سے آگاہ ہوں اور قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کریں۔قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''(۲۰)

انما المؤمنون اخوۃ '(۱) ترجمہ: بے شک تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔اسی سوچ کے پیش نظر قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ شیخ عبدالکریم مرادعلی

لہڑی کے ذریعے کروایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ترجمہ کا یہ مبارک کام مکمل ہوا اور امید ہے کہ بلوچستان میں خاص طور پر اور دنیا کے دیگر براہوئی عام طور سے اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ اور قرآن کی روشنی اور نور ہدایت سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن کافی عرصہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں درس و تدریس میں مشغولیت اور دیگر مصروفیات کی بناء پر انہیں اس کا موقع نہیں ملا۔ شوال ۱۴۰۹ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اللہ کا نام لیکر اس کام کو شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ربیع الاول ۱۴۱۱ھ میں یہ بابرکت کام مکمل ہوا اور پایہ تکمیل کو پہنچا۔ (۲۱) آخر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور تمام احباب سے گزارش کی ہے کہ اگر اس سلسلے میں کوئی کمی کوتاہی ہوئی ہو تو اس سے ضرور آگاہ کریں اور اللہ تعالیٰ اس کام کو قبول کر کے اپنی خوشنودی کا سبب بنائے۔ آمین

خصوصیات

مولوی عبدالکریم لہڑی نے اپنے اس ترجمہ قرآن کا نام تفسیر المنان فی ترجمہ معانی القرآن رکھا ہے۔ (۲۲) اس ترجمہ کی خوبی کی سلامت اور روانی ہے۔ براہوئی زبان میں یہ ایک آسان ترجمہ ہے اور براہوئی خواندہ افراد کے لئے مفید ہے۔ ترجمہ میں پہلے متن ہے اور اس کے نیچے براہوئی ترجمہ ہے۔ جہاں ضروری اور مناسب سمجھا ہے وہاں حاشیہ میں باقاعدہ اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ زبان نہایت شیریں اور رواں ہے۔ اچھی طباعت اور عمدہ کاغذ اور مضبوط جلد کا ترجمہ قاری کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کرتا رہے۔ (۲۳) اس ترجمہ قرآن کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کے حواشی میں جن تفاسیر یا تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے، اس مقام پر باقاعدہ اس کا حوالہ موجود ہے۔ مکمل تیس پاروں کا ترجمہ ہے۔ ابتداء میں ترجمہ کی غایت اور مقدمہ ہے جس میں عربی اور براہوئی دونوں زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ آخر میں علامات وقف براہوئی زبان میں موجود ہیں اور سورتوں کی فہرست ہے۔

تفسیر السلطان المعروف بہ تنویر الایمان

مفسر: حافظ سلطان احمد، ناشر: حافظ خان محمد، مطبع اسلامیہ پریس سن اشاعت: دسمبر ۱۹۷۳ء کتابت، طباعت، کاغذ: عمدہ کوئٹہ صفحات: ۲۴۰

حافظ سلطان احمد بن حافظ خان محمد، کی پیدائش ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء احمد آباد اوستہ محمد (۲۴) بلوچستان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سندھی اور اردو میں حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کوئٹہ (۲۵) سے بتیس میل کے فاصلے پر مستونگ کی جامع مسجد میں مولانا محمد صدیق سے فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں براہوئی لکھنا شروع کیا اور اس دوران پٹواری کی تربیت بھی حاصل کی۔ آپ نے براہوئی زبان میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ حافظ سلطان احمد عالم جوانی میں یرقان کے مرض میں مبتلا ہو کر ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء اتھل بلوچستان کے مقام پر وفات پاگئے۔ (۲۶)۔

دیگر تصانیف

تفسیر السلطان کے علاوہ حافظ سلطان احمد نے اس کم عمری میں کئی اور کتابیں بھی لکھیں جو زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں: (۲۷) ۱۔ قصص الانبیاء (براہوئی) ۲۔ براھوئی نعت ۳۔ مجریات سلطانی (اردو۔ غیر مطبوعہ) ۴۔ مجربات سلطانی (سندھی۔ غیر مطبوعہ) ۵۔ مجموعہ اشعار جھالاوان (براھوی۔ غیر مطبوعہ) ۶۔ عملی زندگی (اردو۔ غیر مطبوعہ)

خصوصیات

تفسیر السلطان قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ ابتدائی تین پاروں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے صرف پہلے پارے کی طباعت ممکن ہو سکی۔ جس کی تکمیل ستمبر ۱۹۶۹ء میں ہوئی۔ دوسرے اور تیسرے پارے کی تفسیر ۱۹۷۰ء میں مکمل ہوئی لیکن وہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس دوران آپ کو یرقان کا شدید مرض لاحق ہو گیا۔ جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور اتھل کے مقام پر ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے والد حافظ خان محمد نے دسمبر ۱۹۷۳ء میں

پہلے پارے کی تفسیر اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوا کہ احمد آباد، اوستہ محمد بلوچستان سے شائع کی۔ اس تفسیر کے کل صفحات ۲۴۰ ہیں۔ زیر نظر تفسیر السلطان براہوئی زبان کی تفاسیر میں کسی سرمایہ سے کم نہیں ہے اور ابتدائی تفاسیر میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ گو کہ یہ قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں لیکن مفسر کی محنت شاقہ اس میں نمایاں ہے۔ حافظ سلطان احمد آیت کی تفسیر پہلے اختصار سے بیان کرتے ہیں، پھر مکمل وضاحت کرتے ہیں اور پھر پورے مضمون کا پھیلاؤ کر کے مکمل احاطہ کرتے ہیں۔ مفسر نے تفسیر کو مفصل مگر محققانہ انداز میں تحریر کیا ہے جس سے مفسر کی علمی قابلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تفسیر عام فہم زبان میں مختصر اور جامع انداز میں تحریر کی گئی، جس سے عام براہوئی جاننے والے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ براہوئی زبان میں یہ تفسیر منفرد مقام کی حامل ہے لیکن اس میں براہوئی الفاظ کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کے بھی کئی الفاظ شامل ہیں۔

سورہ فاتحہ (منظوم بزبان براہوئی) مترجم: مولانا محمد افضل نوشکوی۔ (ایک جید عالم، بلوچستان کے ضلع چاغی کے شہر نوشکی میں مقیم ، وہیں ایک دینی مدرسہ افضل المدارس قائم کیا جواب تک قائم ہے۔)۔ سورہ فاتحہ کا یہ منظوم براہوئی ترجمہ مختلف رسائل و جرائد میں چھپا ہے۔ ناقدین فن کی نظر میں یہ ترجمہ اپنے اندر علمی و ادبی محاسن رکھتا ہے۔ مولانا محمد افضل کی فارسی میں تین کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں

علم نابال (براہوئی) (علم کی پرواز) خطیب بلوچستان) مفسر: مولانا محمد عمر تعلق قبیلہ دہوار سے۔ رہائش تیری مستونگ دیوبند سے فارغ التحصیل۔ یہ قرآن کی سورہ علق کی تفسیر ہے۔ یہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ میں چھپی اور براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے اسے شائع کیا۔ ایک سو چالیس صفحات پر مبنی ہے۔ شروع اقراء کے ناطے سے آپ نے علم کی وقعت اور فضیلت بیان کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے الفاظ میں: آپ نے جو جملے استعمال کیے ہیں وہ براہوئی زبان و ادب کی روانی و سلاست میں اپنی مثال آپ ہیں اور آپ کے علمی مضامین کا شہ پارہ ہیں۔ یہ تفسیر شاہ عبدالعزیز کی تفسیر عزیزی کے طرز پر ہے اور حکایتوں کی وجہ سے مطالب پر روشنی پڑتی ہے (۲۸) مولانا محمد عمر خطیب بلوچستان نے اپنی زندگی اور جوانی اپنی قوم کی بہتری اور بھلائی میں گذاری۔ ان کی تقاریر

مذہب اور سیاست دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتی تھیں۔ان کی تحریروں سے معاشرے کے ہر بڑے رسم و رواج کا خاتمہ ہوا۔خاص کر خواتین اور عورتوں کے حقوق منوائے اور دلائے۔ توحید و رسالت کے صحیح عقیدے کا پرچار کیا۔شرک و بدعات کو ختم کیا۔انہوں نے مدارس کی بنیاد رکھی۔(۲۹)

تفسیر اختریہ

مفسر مولانا اختر محمد، جلدیں :۶، صفحات:۱۱۸۴، ناشر: کتب خانہ مظہری کراچی، طابع کتب خانہ مظہری کراچی، سن اشاعت :۱۹۸۶ء، کتابت،طباعت معیاری، کاغذ مناسب، قیمت آٹھ سو روپے، ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مولانا اختر محمد کا تعلق چاغی، ضلع نوشکی بلوچستان سے ہے۔آپ کا تعلق براہوئی قوم کے مینگل قبیلہ کے احمد زئی طائفہ سے ہے۔ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے اعلیٰ تعلیم بہاولپور(۳۰) پنجاب میں حضرت علامہ مولانا حبیب اللہ گمانوی سے حاصل کی۔وہاں سے فراغت کے بعد قلات کے ایک دینی مدرسے میں مہتمم کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور درس و تدریس کے عمل میں مصروف و مشغول ہیں۔آپ براہوئی کی میں کئی کتب کے مصنف ہیں اور براہوئی زبان اور ادب میں دینی اور اسلامی کتب کی اشاعت اور ابلاغ میں آپ کا ایک اہم اور منفرد مقام و مرتبہ ہے۔۳۱

خصوصیات

تفسیری ادب میں مفسرین نے اب تک بیش بہا کام کیا ہے جن میں وقت کے ساتھ ساتھ مستقل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔تفسیر اختریہ براہوئی ادب میں خاص طور پر اور تفسیری ادب میں عمومی طور پر ایک خاطر خواہ اضافہ ہے۔اس سے قبل براہوئی میں کوئی قابل ذکر تفسیر موجود نہ تھی۔زیرنظر، تفسیر اختریہ حضرت مولانا اختر محمد کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

براہوئی زبان میں اس تفسیر کا ایک اہم مقام ہے۔اور اس کا شمار اولین تفاسیر میں

ہوتا ہے۔ابتداء میں یہ تفسیر جدا جدا اور الگ الگ پاروں میں چھپی اور مختلف مطبع خانوں میں اسکی اشاعت ہوئی (۳۲) بعدازاں ان تمام پاروں کو خود مولانا اختر محمد نے کراچی سے چھ جلدوں میں شائع کروایا۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ابتداء میں اس تفسیر کے چند پارے چھپ کر منظر عام پر آئے تو نہ صرف پاکستان بلکہ مشرق وسطی کے ممالک، افغانستان اور ایران میں بسنے والے براہویوں نے بھی اچھی خاصی تعداد میں اس تفسیر کی کاپیاں منگوائیں۔تفسیر اختریہ کا پہلا پارہ ۱۹۷۸ء میں چھپا جبکہ بقیہ پارے اگلے چار پانچ سالوں میں طبع ہوئے۔مکمل تفسیر چھ جلدوں میں ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔۳۳۔

اس تفسیر کو لکھنے کا مقصد بھی عام افراد کے لئے قرآن مجید کے مفاہیم اور مضامین کو بہتر انداز میں پیش کرنا تھا۔اس تفسیر کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا اختر محمد تفسیر اختریہ کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

''براہوئی زبان میں اس تفسیر شریف کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مقدس کتاب قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوئی ہے اس بناء پر عام افراد عربی زبان سے ناواقفیت کی بناء پر اس کے معنی اور مفاہیم کو صحیح طور سے نہیں سمجھ سکتے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ براہوئی اور بلوچی زبانوں کے علاوہ تو تراجم اور تفاسیر قرآن موجود ہیں لیکن براہوئی میں کوئی تفسیر موجود نہیں، جس سے براہوئی دان خواندہ افراد بخوبی واقف ہیں''۔۳۴

اس حوالے سے وہ اپنے مقدمہ میں مزید لکھتے ہیں:

''جب حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ براہوئی اہل علم اور علماء دین سے اپنے مقدس کلام کے بارے میں پوچھیں گے کہ تم نے اس کلام کو اپنی قوم کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے کیا کیا؟ تو ہم کیا جواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھیں گے کہ نے ان کو شرک اور دوسرے بڑے گناہوں سے بچانے کے لئے کیا دلیل میرے بندوں کے سامنے اور حجت پیش کیں کہ وہ ڈر جاتے اور گناہوں سے بچتے''۔

تفسیر کی خاص بات یہ ہے کہ اس کو مختلف جگہوں پر حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

مفسر نے نہ صرف مکمل حوالہ دیا ہے بلکہ جہاں احادیث بیان کی گئی ہیں وہاں اس حدیث کا مکمل حوالہ بھی موجود ہے۔آیت کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد ساتھ اس کی تفسیر بھی کر دی گئی ہے۔اور اس کی مزید تشریح اور توضیح کے لئے حکایات، واقعات اور احادیث کو بیان کیا ہے۔

تفسیر اختریہ ایک عام فہم تفسیر ہے لیکن براہوئی زبان کے الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی کے الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔مفسر کا لہجہ مغربی براہوئی لہجہ ہے۔الفاظ اور آیات قرآنی کی تشریح مدلل اور جامع انداز میں کی ہے۔تفسیر میں ہر سورۃ کے آغاز میں اس کا مختصر تعارف بھی موجود ہے تفسیر میں ایات ترجمہ اور تفسیر کو الگ الگ نہیں کیا گیا، بلکہ لفظی ترجمہ کے انداز میں ترجمہ ہے اور ساتھ ہی تشریح اا ور تفسیر موجود ہے جس سے بعض اوقات قاری اس الجھن کا شکار ہوتا ہے۔کہ کس مقام پر آیت کا ترجمہ اختتام پذیر ہوتا اور کہاں تفسیر کا اغاز ہوتا ہے۔

تفسیر اختریہ کی آخری جلد میں مولانا محمد اختر نے سورۃ الناس کے بعد قرآن مجید کے فضائل احادیث کے حوالوں سے بیان کئے ہیں۔ان کا یہ مختصر مضمون پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

فضائل قرآن مجید کے بعد انھوں نے وحی کی اہمیت اور ضرورت پر ایک مختصر مضمون لکھا ہے جس میں صحیح احادیث سے وحی کی حیثیت اور اس کے نزول پر سیر حاصل گفتگو کی ہے تفسیر اختریہ کے آخری صفحات پر مولانا اختر محمد نے سورتوں کی فہرست ترتیب نزولی اور ترتیب صعودی کے مطابق دی ہے۔جس سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے اولین سورت کون سی ہے اس کے علاوہ سورتوں کے شان نزول کی ایک فہرست آخر میں مرتب کی گئی ہے۔قرآن مجید میں حروف کی مکمل تعداد ہر حرف جتنی بار آیا ہے اس کی تعداد بھی مکمل ہے۔

مرآۃ الآیات

شیخ القرآن مولانا مولوی محمد یعقوب شرودی:ثمینۃ الفتویٰ (مکمل اردو) جلد اول سن اشاعت ندارد، صفحات ۶۹۱، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

ثمینۃ الفتاویٰ (اردو) جلد دوم، ناشر شعبہ نشر واشاعت جامعہ رشیدیہ تدریس القرآن، سرکی

روڈ کوئٹہ ص:۵۱۴۰ ۔ثمینۃ الفتاویٰ اردو جلد سوم، ناشر شعبہ نشر واشاعت جامعہ رشیدیہ ،سرکی روڈ کوئٹہ ،سن ۲۰۰۴ء صفحات:۳۶۶ ۔حسینۃ الفتاویٰ اردو ناشر شعبہ نشر واشاعت جامعہ رشیدیہ ،سرکی روڈ کوئٹہ ،اکتوبر ۲۰۰۲ء صفحات:۶۲۷۔

ان چار جلدوں کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے سوال و جواب کا انداز اپنایا گیا ہے۔ مآخذ و منابع بھی درج کرتے ہیں۔

شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب فروری ۱۹۳۰ء میں بلوچستان کے علاقہ شرود میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا فتح محمد دیوبند کے فیض یافتہ فیاض اور انتہائی پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔

ابتدائی تربیت انھوں نے ہی کی۔ بعد میں مولانا کمال الدین آف منگچر اور مولانا عبدالغفور شالدرہ کوئٹہ سے بھی استفادہ کیا۔ دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور یہ دارالعلوم کے عروج کا زمانہ تھا۔ مولانا محمد یعقوب شرودی دورے کے سالانہ امتحان میں پورے دارالعلوم میں اول آئے جس سے بلوچستان کا سر فخر سے بلند ہوا۔

مولانا نے مختلف علاقوں میں دینی خدمات سرانجام دیں۔ ایک مدرسہ میں مہتمم کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور منگچر ضلع قلات کے قریہ ابابکی میں بطور پیش امام دینی خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں کوئٹہ میں جامعہ رشیدیہ قائم کیا۔ اور کوئٹہ میں ہی مکمل سکونت اختیار کی۔ تفسیر، فقہ، اور کئی کتابوں کے بھی مصنف ہیں۔ جن میں ایک اہم کارنامہ مرات الایات (آئینہ قرآن) ہے جس میں تمام قرآنی آیات کو حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ جو علماء کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

حضرت مولانا صاحب ستمبر ۱۹۹۶ء سے جامعہ رشیدیہ کوئٹہ میں شعبہ تخصص فی الفقہ میں نوجوان فضلاء کی علمی تربیت فرمانے کے ساتھ ساتھ فتوی لکھنے اور ''فصل خصومات'' میں (فریقین کی طرف سے اختیار تفویض کرنے پر) شرعی فیصلے دینے کی دینی خدمت پر بجا طور پر مامور رہے۔ پورے صوبے کے اطراف واکناف سے لوگ دارالقضاء میں پہنچ کر اپنے اپنے مقدمات بڑی آسانی سے نمٹاتے رہے۔

مولانا محمد یعقوب شرودی نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ حدیث سے پوری طرح استفادہ کرنے کے علاوہ حضرت مولانا غلا اللہ خان صاحب کے ہاں پنڈی میں بھی دورہ تفسیر میں شرکت کی۔

انھوں نے ''کشف القرآن'' تفسیر براہوئی زبان میں نوسال اور نو دن میں مکمل کی تھی۔اس کا اردو ترجمہ ان کے لخت جگر مولانا حسین احمد شرودی سے کر رہے ہیں۔پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔آپ کئی زبانوں (پشتو،عربی،فارسی،اردو،براہوئی اور بلوچی میں شعر کہتے تھے۔آپ نے ۲۰۰۷ء میں وفات پائی۔

تفسیر کشف القرآن کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے تلمیذ رشید اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے مایہ ناز شاگرد مولانا یعقوب شرودی کے فتاوی ان کے علمی تجربات اور تفقہ کا عکس ہے۔(۳۵)

تفسیر کشف القرآن

مفسر: شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی ،: شعبہ نشر واشاعت جامعہ رشیدیہ تدریس القرآن،سرکی روڈ،کوئٹہ، کتابت :اچھی ،طباعت :اچھی ،کاغذ: مناسب، قیمت :بارہ سو روپے،جلدیں : آٹھ،سن اشاعت :۱۹۸۶ء،صفحات: قریباً آٹھ ہزار، ملنے کا پتہ: کتب خانہ رشیدیہ سرکی روڈ،کوئٹہ

شیخ القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی کی تفسیر کشف القرآن کل آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہے۔جو مکمل طور پر ۱۹۹۸ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔اس سے قبل یہ تفسیر جدا جدا جلدوں میں کی صورت میں مختلف اوقات میں اور مختلف جگہوں سے طبع ہوئی جن کی تفصیل کچھ یوں ہے: ۳۷

جلد اول: ۱۹۹۲ء، تفسیر سورۃ البقرۃ، جلد دوئم اپریل ۱۹۹۳ء، تفسیر سورۃ آل عمران تا سورۃ المائدۃ، صفحات: ۸۵۷، جلد سوئم دسمبر ۱۹۹۳ تفسیر سورۃ الانعام تا سورۃ التوبہ صفحات ۷۱۹ جلد چہارم نومبر ۱۹۹۴ء تفسیر سورۃ یونس تا سورۃ الکہف صفحات ۷۱۱ جلد پنجم دسمبر ۱۹۹۴ء تفسیر سورۃ مریم تا

سورۃ نمل صفحات ۷۶۹ جلد ششم مئی ۱۹۹۵ء تفسیر سورۃ القصص تا سورۃ الزمر صفحات ۷۶۹ جلد ہفتم اکتوبر ۱۹۹۵ء تفسیر سورۃ المومن تا سورۃ المجادلہ صفحات ۷۶۰ جلد ہشتم دسمبر ۱۹۹۵ء تفسیر سورۃ الحشر سورۃ الناس صفحات ۷۳۲ مفسر نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا کام دسمبر ۱۹۸۴ء میں آغاز کیا اور ۱۹۸۸ء تک صرف بارہ پاروں کی تفسیر مکمل ہو پائی۔ اولا بارہویں پارہ کی اشاعت ۱۹۸۸ء میں بطور نمونہ عمل میں آئی۔ اس کی اشاعت کے بعد مولانا محمد یعقوب وقفہ وقفہ سے بقیہ پاروں کی تفسیر کرتے رہے اور بالاخر ۱۹۹۶ء میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کے تیس پاروں کی مکمل تفسیر ہے۔ آخری جلد میں مشہور و معروف اور اہم مفسرین کا تذکرہ موجود ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ ۴۸

تفسیر کشف القرآن مولانا محمد یعقوب شرودی کی کئی سالوں کی محنت شاقہ کا حاصل ہے۔ مفسر کی علمیت اور اعلیٰ رتبہ کا مظہر ہے۔ یہ تفسیر مختلف تفاسیر کا نچوڑ ہے اور زیادہ تر مدارس میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

یہ تفسیر موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق فارسی رسم الخط، نستعلیق میں ہے۔ اس سے قبل تفسیر اختریہ، ترجمہ قرآن پاک از مولانا عمر دین پوری، ترجمہ قرآن پاک از عبدالکریم لہڑی، نسخ میں ہیں اور ان کا رسم الخط عربی ہے ان کے مقابلہ میں مولانا یعقوب شرودی کی تفسیر کشف القرآن پڑھنے میں نسبتاً آسان ہے۔ مذکورہ تفسیر عام فہم انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ قرآن فہمی کے حوالے سے یہ تفسیر اپنی مثال آپ ہے۔ جس میں مفسر نے سب سے پہلے قرآن کی آیت کو نقل کیا ہے اس کے بعد لفظی ترجمہ ہے۔ اور پھر اس کے بعد رواں اور بامحاورہ تشریحی ترجمہ ہے۔ جس سے قرآن فہمی میں مدد ملتی ہے۔ یہ ترجمہ جس میں خاص طور پر براہوئی زبان کے حرفی اور نحوی تراکیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ نہایت ہی آسان ہے۔

تفسیر میں آیتوں کے آپس کے تعلق کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے اہم نکات اور فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے مطالب و موضوعات قرآنی کے مفاہیم اور معنوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اور مدد ملتی ہے۔ قرآن کے

مباحث کو سمجھنا آسان ہوتا ہے۔

تفسیر کشف القرآن کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ لفظی بامحاورہ ترجمہ اور تشریح کے بعد اہم نکات میں موقع محل کی مناسبت سے اہم مسائل اور حکایات بیان ہوئی ہیں جس سے بیان مزید موثر ہو جاتا ہے۔خالص علمی اصطلاحات کو آسان الفاظ میں بیان کرنے سے کافی آسانی پیدا ہوتی ہے۔مولانا یعقوب شرودی نے مختلف مفسرین کا تذکرہ کو حوالوں کے ساتھ شامل تفسیر کیا ہے۔مفسر نے فقہی مسائل علمی مباحث ادب وتصوف کے متعلق مضامین پر باقاعدہ موقع و محل کی مناسبت سے بحث کی ہے۔مفسر کشف القرآن نے تفسیر میں براہوئی قوم کے طبعی میلان اور نفسیاتی مزاج کو سامنے رکھ کران کی مناسب انداز میں رہنمائی کی ہے موجود حالات اور بدلتے ہوئے واقعات کے مطابق قرآن کی صحیح تعلیمات اور راہنمائی کو بیان کیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) میاں حضور بخش نے مولانا محمد فاضل کے مدرسہ درخاں سے تعلیم حاصل کی۔

(۲) مولانا موصوف نے مشہور درسی کتاب قدوری کا عربی سے بلوچی مین ترجمہ کیا۔منیۃ المصلی، روضۃ الاحباب اور حکایات الصادقین جو عربی زبان کی مستند درسی کتب ہیں مولانا موصوف نے انھیں بلوچی میں ترجمہ کیا۔

(۳) نغمہ کوہسار، عبدالرحمٰن غور، کوئٹہ ۱۹۶۸ء، ص:۱۷۷، ۱۷۸، کتب کی فہرست مولانا عبدالباقی درخانی مرحوم نے ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوی کو مہیا کی تھی ۔بلوچستان میں دینی ادب، خطی، ص:۲۲۶ تا ۲۲۸۔

(۴) بلوچی کے مشہور ومعروف ادیب، مدیر ماہنامہ سوغات بلوچی جاری کردہ اگست ۱۹۷۸ء کراچی۔

(۵) جمعہ ایڈیشن ۲۱ فروری ۱۹۶۷۶ء۔

(۶) ذکری فرقہ کے متعلق آپ کی دو کتابیں (امغان ذکریان کراچی ،۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء تیر اسلام برکہور ذگریان کراچی ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں چھپی آپ کی ایک اور کتاب فتح مبین ۱۹۷۵ء میں چھپی (کچکول (بلوچی) الحاج مولوی خیر محمد بلوچ ندوی ،کراچی

۱۹۸۷ء،ص:۱۷)دیوان سربازی (ترتیب وتدوین :عبدالستار عارف قاضی)۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے چھپا۔

(۷) آپ کی بعض دوسری کتابیں جیسے بلوچی بومیا(بلوچی گائیڈ،کوئٹہ ،۱۹۶۴ء ،ضخامت میگزین سائز۱۴۴صفحات ،رسول پہکیں زند(رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی .....کوئٹہ ۱۹۸۰،صفحات :۵۶۔ نبی پاک ﷺ کا ذکر مبارک بلوچستان میں ۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر کوئٹہ،۱۹۸۳ء ص:۳۸۰،۳۸۱،حاجی عبدالقیوم بلوچ،صلاح الدین مینگل،مشرق کوئٹہ۲۶جولائی ۱۹۸۰ء،بلوچستان میں اردو،ڈاکٹرانعام الحق کوثر،لاہور۱۹۶۸ء،راولپنڈی ۱۹۸۶ء،۱۹۹۴ء ص:۵۸۳۔حاجی عبدالقیوم بلوچ کا خط میرے نام مورخہ ۱۱اپریل ۱۹۹۷ء سرورکونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر،کوئٹہ،۱۹۹۷ء ص:۳۸۹۔

(۸) ثقافت اورادب وادی بولان میں'ص۲۲۲ تا ۲۲۵۔بلوچی دنیا'ملتان اکتوبر ۱۹۶۶ء۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند' چودھویں جلد' جلد دوم ص۴۴۸۔ ماہ نو' لاہور' مئی ۱۹۷۹ء۔ براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ' ڈاکٹرعبدالرحمٰن براہوئی لاہور ۱۹۸۲ء ڈاکٹرمحمد انعام الحق کوثر،سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں' کوئٹہ ۱۹۹۷،ص ص۵۲تا۵۴ براہوئی کی لوک کہانیاں' پروفیسر انوررومان مستونگ'۱۹۶۵ء ص۱۰'۱۱۔

(۹) مولانا محمد عمردین پوری،قرآن مجید بزبان براہوئی،ص۱۴۳۳

(۱۰) ڈاکٹرانعام الحق کوثر،پاکستان کی علاقائی زبانوں کا علاقائی ادب،ص۱۰۸

(۱۱) مشہور محقق اورمورخ، جوفارسی،عربی اورسندھی کے بہت بڑے عالم تھے۔صوبہ سندھ کے ضلع سانگھڑ میں ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے فارسی ،اردو اور سندھی میں کئی کتابیں تصنیف کیں ۔ادارہ تحقیقات اسلامی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے وابستہ رہ چکے ہیں ۔اردو جامع انسائیکلو پیڈیا لاہور ۱۹۸۷ء ص ر۱۷۰۷)

(۱۲) دہلی میں ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۰۲ء کو پیدا ہوئے۔حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔برصغیر میں قرآن مجید کا سب سے پہلے فارسی میں ترجمہ کیا۔ آپ بہت بڑے عالم دین تھے اور

کئی متنوع موضوعات پر کتابیں لکھیں۔حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے دور کے مجدد تھے۔آپ کی حجتہ اللہ البالغہ، الفوز الکبیر، شرح موطا قابل ذکر ہیں۔سید قاسم محمود اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص۱۴۲۴

(۱۳) شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے ہیں۔۲۰ برس کی عمر میں مفتی اور مدرس کا منصب سنبھالا اور کم و بیش ۲۰ کتابیں لکھیں۔انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔سید قاسم محمود اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص۹۰۴

(۱۴) شاہ ولی اللہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔علم فقہ حدیث میں کمال حاصل تھا۔شاہ عبدالقادر پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پاک کا اردو میں با محاورہ ترجمہ، موضح القرآن کے نام سے کیا۔سید قاسم محمود اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص۹۷۴

(۱۵) مولانا محمد عمر دین پوری، قرآن مجید بزبان براہوئی، ص۱۴۳۳

(۱۶) عبدالفرید بروہی، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، اسلام آباد ۵۔۲۰۰۴ص ۷۲

(۱۷) مولانا محمد عمر دین پوری، قرآن مجید بزبان براہوئی ۱۲۹۸۔

(۱۸) بلوچستان میں دینی ادب' (قلمی) ص۱۸۱ عبدالعزیز بروہی' براہوئی زبان میں اسلامی ادب' قلمی ص ص ۱۱۸، ۱۱۹ ۔ تفسیر مفتاح البیان از مولانا محمد عمر دین پوری۔

۱۹۔ خضدار کے نزدیک ایک چھوٹا سا قصبہ (مقالہ نگار)

۲۰۔ الحجرات: ۱۰

۲۱۔ مولانا عبدالکریم لہڑی، مقدمہ براہوئی ترجمہ قرآن مجید ص ۱

۲۲۔ ایضاً ص۳

۲۳۔ مولانا عبدالکریم لہڑی براہوئی ترجمہ قرآن مجید، ص ۱ عبدالفرید بروہی، براہوئی زبان میں اسلامی ادب، اسلام آباد، 05-2004 ص ص ۸۳تا۸۷

۲۴۔ بلوچستان کے ضلع جعفر آباد کا ایک چھوٹا سا قصبہ۔اردو انسائیکلو پیڈیا، ص۵۴

۲۵۔ صوبہ بلوچستان کا صدر مقام۔قندھار کی جانب جانے والی سڑک پر واقع ایک اہم تجارتی مرکز ہے سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔اردو انسائیکلو پیڈیا ۱۳۴۱ا

۲۶۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پاکستان کی علاقائی زبانوں میں اسلامی ادب، ص،۱۱۳
۲۷۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ، ص۱۳۹ عبدالفرید بروہی براہوئی زبان میں اسلامی ادب (قلمی) ص،ص۹۱ تا ۹۵

(۲۸) بلوچستان میں دینی ادب، فطی ص ۱۷۹۔

(۲۹) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب (قلمی) ص۱۱۴عبدالفرید بروھی براھوی میں اسلامی ادب قلمی ص/۹۷

(۳۰) پنجاب کی واحد ریاست جس کی سرحد دریائے ستلج، پنجند اور سندھ کے ساتھ ساتھ چلی جارہی ہے۔ یہاں عباسیوں کا ایک خاندان مدت تک حکمران رہا۔ ۱۹۵۵ء میں پاکستان میں ضم ہوگئی۔ لاہور سے ۲۷۱ اور ملتان سے ۶۰ میل کی دوری پر واقع ہے۔ (اردو جامع انسائکلو پیڈیا۔ ص ۲۷۷/۱)

(۳۲) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب، ص۱۱۲

(۳۱) دیگر تصانیف: تفسیر اختریہ کے علاوہ براہوئی زبان میں مولانا اختر محمد کی دیگر تصانیف درجہ ذیل ہیں: ۱۔ فضائل اعمال ۲۔ شمائل شریف ۳۔ نورالایضاح ۴۔ منہیات ۵۔ موتنا منظر ۶۔ تعلیم الاسلام ۷۔ تنبیہ الغافلین ۸ شروط صلوۃ ۹ حقوق حیوانات ۱۰۔ صحابیات ۱۱۔ تحفہ حدیث ۱۲۔ بھلا گناھک

(۳۳) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بلوچستان میں قرآن کے تراجم وتفاسیر، ماہنامہ فکرونظر، اسلام آباد، ص۳۶۵۔

(۳۴) مولانا اختر محمد، تفسیر اختریہ، ص۲۔

(۳۵) مقدمہ ازمولانا حسین احمد شرودی ،شمیۃ الفتاویٰ اردو، جلداول سے استفادہ کیا گیا ص: ۱تا۶۔

خواتین کی قرآنی خدمات

ڈاکٹر مسز بشریٰ بیگ

ایم اے پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز

خواتین نے دیگر علوم کی طرح قرآن کریم کی بھی خدمت کی اور یہ خدمت مختلف زاویوں سے کی گئی ہیں، جس میں درسِ قرآن، ترجمہ و تفسیر قرآنی احکامات کی نشر و اشاعت اور اس کی خدمت کی سرخیل ازواج مطہرات و بنات النبی ہیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔

پروفیسر یسین مظہر صدیقی امہات المؤمنین کی تفسیری خدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: احادیث میں ازواج مطہرات کی تفسیری روایات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ کمیت کے اعتبار سے ان کی روایات کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس ضمن میں کچھ اور حقائق کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسا کے پہلے کہا گیا کہ صحابہ کرام سے تفسیری روایات بہت کم مروی ہیں لہٰذا اس پس منظر میں ان کی عددی قدر و قیمت کا تعین کرنا چاہیے اور اس اعتبار سے یہ تعداد بھی معتد بہ تو ہے ہی۔ پھر حقیقت بھی بہت اہم ہے کہ محدثین کرام نے اپنے روایتی اصولوں کے پیش نظر تفسیری روایات کے رد و قبول میں بھی بہت احتیاط و سختی برتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم میں ایسی روایات کی تعداد سب سے کم ہے صحیح بخاری میں ان کی تعداد کچھ زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام موصوف نے کچھ نرمی یا تساہل سے کام لیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے طریقہ روایت کے مطابق ذرا سی تفسیری مناسبت سے بھی دوسرے ابواب و کتب کی روایات اپنی کتاب التفسیر میں بھی لے لی ہیں جب کہ امام مسلم نے ایسا نہیں کیا۔ امام احمد اور امام ترمذی نے زیادہ توسع سے کام لیا ہے اس لئے ان کے ابواب تفسیر میں روایات کی تعداد شیخین کی روایات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن ان کی بیان کردہ روایات تفسیر کی مبینہ کثرت کو روایات کی اسناد کی کم رعایت اور حقیقی تفسیر کی کمی پر محمول کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ روایات کسی نہ کسی شکل میں دوسرے بزرگان حدیث

کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں اور محض سند کی مفروضہ کم رعایتی کی بنا پر روایت کو مسترد کر دینے کا رجحان خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے اور حقیقی تفسیر کی کمی کا معاملہ تو وہ شیخین کے ہاں بھی پایا جاتا ہے بلکہ امام مسلم کے ہاں تو تفسیر حقیقی کا عنصر اور کم ہے۔ قلت روایات کا ایک اور سبب یہ ہے کہ تفسیری باب کتب احادیث کا محض ایک باب ہوتا ہے جو موضوع کے سبب اور مختصر ہو جاتا ہے اور اس پر محدثین کرام کی روایتی احتیاط مستزاد پھر تفسیری کتب اور مجموعوں کی روایات ازواج مطہرات کو اس بحث میں شامل نہیں کیا گیا۔ ورنہ یقینی طور پر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ایک اہم اور حقیقت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام اور بالخصوص ازواج مطہرات کی یہ وہ روایات ہیں جو رواۃ اور اہل علم کے قبضہ قلم اور اقتدار تحریر میں آ گئیں۔ نہ جانے کتنی ایسی روایات حدیث و تفسیر ہوں گی جو عام لوگوں نے سنی ہوں گی اور جو ایسے اہل علم نے حاصل کی ہوں گی جو روایت و نقل کے قائل نہ تھے اور جو بہت سے راویوں اور ناقلوں نے اخذ کی ہوں گی مگر وہ دستبرد زمانہ کے تحت ہم تک نہیں پہنچیں۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک جہاں نے ازواج مطہرات سے جو ان کی مائیں تھیں استفادہ کیا ہوگا ہر ایک ام المومنین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اسلام کے اصول وارکان و تعلیمات اور قرآن مجید کے مقامات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کیے ہوں گے اور ان سے علم آمیز جوابات پائے ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی سے استفادہ زیادہ رہا ہوگا اور کسی سے کم لیکن ازواج مطہرات سے رجوع عام تھا کہ اولادوں کو اپنی ماؤں سے محبت تھی اور اس سے زیادہ اپنے عظیم ترین اور محبوب ترین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی اور آپ کے پیغام کی باتیں سننے کے لئے وہ ہر ایک کے پاس ازدہام کرتے تھے۔ اس حقیقت کے لئے کسی دستاویزی ثبوت یا تاریخی استناد کی ضرورت نہیں اگرچہ تلاش و تحقیق سے اس کی بھی کوئی کمی نہیں۔ دوسری اہم حقیقت جو عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جو علمی فضیلت اور کمالی تفوق حاصل تھا اس کا مظاہرہ تفسیری روایات کی کثرت میں بھی ہوا ہے حضرت ام المومنین کے فضل و کمال پر کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں کیونکہ صاحب نطق الٰہی اور حامل

وحی ربانی نے اپنی زبان صداقت بیان سے ان کے فضل وکمال اور برتری وبہتری کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کردیا ہے ان کی انہیں خصوصیات واوصاف ذہانت وفطانت اور وہبی واکتسابی لیاقت نے ان کو خاتم النبینؐ کے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ محبوب شخص بنادیا تھا۔حتی کہ افضل بشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق بھی محبوبیت نبوی کے دوسرے مقام پر آتے تھے حضرت عائشہ کی ایک اہم اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ وہ مزاج شناس رسول ہونے کے ساتھ ساتھ برابر سوالات واستفہامات کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں جبکہ اکثر دوسری ازواج مطہرات اپنے فطری حلم وتقدس فرمانبرداری اور خاطرنوازی وغیرہ کے سبب سوالات سے گریز کیا کرتی تھیں۔ام المومنین حضرت عائشہ کے بعد دوسرا مقام ومرتبہ اس ضمن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نظر آتا ہے۔بقیہ ازواج مطہرات میں اور کسی کا نام تفسیری روایات حدیث میں سوائے حضرت حفصہ کے اور کسی کا نظر نہیں آتا۔لیکن اس سے نقل روایات کی کمی ہی مراد لینی چاہیے نہ کہ قلت علم اور قلت توجہ کے فیصلے صادر کرنے چاہیے۔اللہ کو معلوم ہے نہ جانے کتنے اشخاص نے دوسری امہات المومنین سے استفادہ علم حدیث وقرآن کیا ہوگا مگر وہ ہمارے علم ویقین کی حدود سے باہر رہ گیا۔اس سلسلہ میں مختلف امہات المومنین کے شرف صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کی مدت کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔اور نہ ہی ان کی حیات افادہ عام کو۔متعدد ازواج مطہرات کو یا تو یہ دونوں مدتیں کم نصیب ہوئیں یا ان میں سے کوئی ایک۔حضرت عائشہ بہت خوش نصیب تھیں کہ ان کو دونوں مدتیں طویل ملیں اور دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ میں ان کو دوگنی مدت نبوی ملی کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری بھی ان کی خوش نصیبی کی جھولی میں آگری تھی۔

دوسرے عوامل میں سے ایک آخری یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دوسری ازواج مطہرات کے موازنہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ایک عوامی شخصیت اور امت مسلمہ کی قائدہ تھیں جبکہ دوسری تمام امہات المومنین نے مکانات نبوی کی حدود میں زیادہ تر اپنے کو محصور ومحدود کر رکھا تھا۔موضوعاتی تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روایات تفسیر کا تعلق شان نزول سے ہے کچھ کا قرات واختلاف قرات

ہے۔بعض کا فضائل قرآن سے اور بعض کا تلاوت نبوی کے معمولات سے بعض کا واقعات کے پس منظر میں قرآنی استشہاد سے بہت کم روایات کو حقیقی تفسیر کے باب میں رکھا جا سکتا ہے ایک مختصر تجزیہ اس بیان کو منقح کر دے گا۔جن آیات کریمہ کی تفسیر کا تعلق خالص شان نزول سے ہے ان میں سورہ بقرہ اور سورہ نساء کے نزول سے متعلق اولین حدیث عائشہ کی ہے۔اسی میں سورہ ؤل عمران ۷ کی تفسیری روایت عائشہ سورہ نساء کی آیت ۴۳ سورہ آل عمران ۱۹۵ سورہ نساء کی آیت ۳۲ اور سورہ احزاب ۱۰۵ کی احادیث ام سلمہ، سورہ مائدہ ۴۳ کی آیت تیمم سے متعلق حدیث عائشہ، سورہ فتح کی آیت ۱۲ اور سورہ قمر ۴۵ سے متعلق روایات عائشہ، سورہ عبس سے متعلق روایت صدیقہ، سورہ علق کے نزول سے متعلق ان ہی کی طویل روایت مکہ، مدینہ میں قیام سے متعلق ان کی مختصر روایت، رویت جبریل کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایت، مصحف صدیقہ کے بارے میں عراقی کے سوال سے متعلق روایت وغیرہ شامل ہیں۔قراءت واختلاف قراءت کے ضمن میں جو روایات شامل ہیں وہ حسب ذیل ہیں: سورہ آل عمران ۱۷۲ سورہ احزاب ۱۵ سورہ ھود ۴۶ سورہ واقعہ ۸۹ وغیرہ سے متعلق روایات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ. فضائل قرآن اور معمولات نبوی کے ضمن میں جو احادیث آتی ہیں وہ سورہ آل عمران کی آخری آیات کے بارے میں روایت سورہ فتح ۲ ، سورہ طور، سورہ نصر، سورہ فاتحہ، سورہ بنی اسرائیل، اور سورہ زمر وغیرہ کے بارے میں روایات۔واقعات کے پس منظر میں اور استشہاد کے بطور مذکور ہونے والی تفسیری روایات میں سود کی حرمت سے متعلق سورہ بقرہ کی آخری آیات سورہ نساء ۱۲۷، سورہ مائدہ ۱۰۳، سورہ یوسف ۱۸، سورہ مریم ۲۳، سورہ عبس ۱۶۔۱۵ اور سورہ علق ۲، وغیرہ میں شامل کی جا سکتی ہیں۔بہر حال قلت تعداد کے باوجود اچھی خاصی مرویات ازواج مطہرات کو حقیقی تفسیر کے اصلی خانے میں رکھا جا سکتا ہے اور ان میں بعض بہت اہم ہیں۔اتنی اہم کہ ان کے بغیر قرآن فہمی کا خاصا بڑا حصہ ناقص رہ جاتا۔ایسی اصلی روایات میں سب سے پہلے تو سورہ بقرہ کی وہ مرویات عائشہ صدیقہ ہیں جنہوں نے صفا ومروہ کی سعی وطواف کو کیے از ارکان حج قرار دیا۔ظاہر ہے کہ اس کے بغیر حج ناقص ہوتا۔خانہ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں اسی سورہ کی آیت ۱۲۷ کی بھی تفسیر ام المومنین بہت اہم ہے اور اسی

طرح خانہ کعبہ کے قریب مقام ابراہیم سے متعلق ان کی ایک اور روایت۔ارکان حج سے متعلق ان کی سب سے اہم تفسیری روایت سورہ بقرہ ۱۹۹ کی ہے کہ وقوف عرفات کے بغیر حج کی ادائیگی ہو ہی نہیں سکتی۔اسی ذیل میں اس سورہ کی آیت ۲۱۴ کی ان کی تفسیری روایت ہے سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲۳۸ میں نماز وسطی سے مراد نماز عصر بتانے والی روایت بھی بہت اہم ہے کہ ان کے سوا اور کسی نے اس کو اتنے زور و مضبوطی سے مرفوع نہیں کہا ہے۔اور سورہ بقرہ کی آخری آیت ۱۲۳ کی جو تفسیر ان سے مروی ہے وہ بھی انسان کو اپنے اللہ سے تعلق و ربط استوار کرنے اور پاکیزہ زندگی گذارنے کے لئے بہترین تفسیر اور لائحہ عمل فراہم کرتی ہے۔اسی طرح اس سورہ کی آیت ۲۲۳ سے متعلق تفسیر انسان کے تعلقات زن شوئی کی صحیح راہ متعین کرتی اور غلط کاری کا سد باب کرتی ہے۔سورہ نساء ۳ کی تفسیر عائشہ یتیم لڑکیوں اور ان کے ولیوں کے اسلامی تعلقات متعین کرتی اور ایک صحیح سماجی روایت قائم کرتی ہے اسی طرح آیت ۱۲۸ کی تفسیر ام المومنین نہ صرف حیات نبوی کے ایک اہم باب پر روشنی ڈالتی ہے بلکہ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کی اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی حد بندی و تشریح بھی کرتی ہے عورتوں کے بارے میں حضرت ام سلمہ کی روایات تفسیر شان نزول سے متعلق ہونے کے باوجود مرد و زن کے بارے میں صحیح اسلامی نقطہ نظر کی عکاسی کرتی ہیں ۔اور یہی بات آیت تیمّم کے بارے میں روایت صدیقہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔سورہ مائدہ ۶۷ کی تفسیر عائشہ اگر ایک طرف تبلیغ نبوی کی حقیقت بیان کرتی ہے تو دوسری طرف ان گمراہ فرقوں اور بد عقیدہ طبقوں کی اس بہتان تراشی کی کاٹ کرتی ہے جو عصمت انبیا پر اپنے خیالات باطلہ اور افکار فاسدہ کے ذریعہ دانستہ یا نادانستہ حملے کرتے رہتے ہیں جبکہ آیت ۸۹ کی تفسیر ام المومنین اپنے مسلمان بچوں اور بچیوں کی زندگی کو آسان بناتی ہے۔اور آیت ۶۷ کی تفسیر حیات نبوی ۱۰۳ کی روایت حکم الٰہی کی تشریح و تعبیر کرتی ہیں۔سورہ انعام ۱۰۳، سورہ نمل ۶۵، سورہ شوریٰ ۵۱، سورہ نجم ۱۳، سورہ تکویر ۲۳ کی آیت کریمہ کی تفاسیر آپ کی روایت الٰہی اور علم غیب کے بارے میں تمام شبہات کا قلع قمع کرتی ہیں۔سورہ اسرار کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر تلاوت کلام پاک کا صحیح طریقہ بتاتی ہے جبکہ سورہ

انبیاء ۲۷ کی تفسیر ام المومنین ایک مسلم کو صحیح عادلانہ زندگیگذارنے کا اصول فراہم کرتی ہے۔واقعہ افک سے متعلق عام آیات کی تفاسیر نہ صرف حیات نبوی کے کئی اہم واقعات کو روشن کرتی ہیں بلکہ بعض اصول زندگی متعین کرتی انسانی معاشرت کے اہم قواعد وضوابط پیش کرتی ہیں اور ۵ متبنیٰ کے بارے میں اسلامی اصول بیان کرتی ہے سورہ احقاف ۱۷ کی تفسیر والدین کے حقوق اور اولاد کے فرائض بتاتی ہے اور آیت ۲۴ عذاب الٰہی سے انسان غافل کو بیدار کرتی ہے اور سورہ عبس ۶۔۱۵ کی تفسیر کم پڑھے لکھے مسلمان کو رحمت الٰہی کا مژدہ سناتی ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بتاتی ہے۔سورہ علق کی تفسیر ام المومنین وحی قرآنی کے نزول کی عقدہ کشائی کرتی ہے اور آخری سورتوں کی تفسیری روایات حیات نبوی کے کئی باب روشن کرتی ہیں اور انسان کو اسوہ نبوی سکھاتی ہیں۔اسی طرح فضائل اور قراءت کے بارے میں روایات قرآن مجید کے کئی دوسرے گوشے اجاگر کرتی ہیں۔مختصر یہ کہ ازواج مطہرات کی تفسیری روایات اپنی قلت تعداد کے باوجود کیفیت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں اور وہ قرآن فہمی کی کلید فراہم کرتی ہیں۔احادیث کے مجموعوں میں مذکورہ مرویات امہات المومنین کی بنا پر کوئی غلط رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔وہ تو ان کی عظیم الشان اور وسیع قرآنی خدمات کا صرف ایک پہلو پیش کرتی ہیں۔سیرت و حدیث کی وہ روایات ازواج مطہرات جو اس بحث میں قصور بشری کے سبب آنے سے رہ گئیں اور تفسیری مجموعوں کی وہ مرویات جن کا سرے سے جائزہ ہی لیا نہیں گیا اور دوسری کتب کی روایتیں جن کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا وہ سب اگر جمع کرلی جائیں تو ازواج مطہرات کی قرآنی خدمات کا ایک منصفانہ اور صحیح جائزہ لیا جاسکے گا۔(۱)

بہت سی حافظات قاریات مقریات اور مفسرات تھیں۔جنہوں نے حدیث کی طرح قرآن کی خدمت میں بہترین کارنامے انجام دیئے ہیں۔حفصہ بنت سیرین نے بارہ (۲) برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی ومطالب کے حفظ کرلیا تھا،فن تجوید وقرات میں بھی وہ مہارت رکھتی تھیں۔ہشام راوی کا بیان ہے۔جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قراءت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں۔حفصہ

ہر رات نصف قرآن پڑھا کرتی تھیں۔(۳)

فاطمہ نیساپوریہ مشہور مفسرہ تھیں۔قرآن کے اہم ومشکل مقامات پر اظہار خیال کرتی تھیں۔ابن ملوک نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ بزرگ عورت نہیں دیکھی۔ایک دن میں نے ان کی علمیت پر تعجب کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔انہوں نے جواب دیا اولیاء میں سے ایک ولیہ تھیں اور میری استاذ ھیں۔(۴)

امت الواحد بنت المحاملی عالمیہ فاضلہ اور فقیہہ ومفتیہ کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھیں۔

امام ضیاء الدین مقدسی کی بہن آسیہ اپنے زمانہ کی بے مثل عابدہ، زاہدہ اور حافظہ قرآن تھیں۔اسی طرح ان کی زوجہ آسیہ بنت محمد بن خلف قرآن کی بہترین عالمہ اور علوم قرآنی کی مہارت میں شہرت رکھتی تھیں،فن تجویز قراءت سے خاص شغف تھا۔(۵)

امام زین الدین ابوالحسن علی ابراھیم قاری مشقی مصری متوفی رمضان ۵۹۹ھ زبردست فقیہ واعظ مفسر قرآن تھے۔اور یہ تمام فضائل ان کی والدہ کی دعا کا نتیجہ تھے جو خود بھی نہایت نیک حافظ قرآن اور مفسر تھیں۔ناصح الدین رادی کا بیان ہے۔

زین الدین سعد بدعاء زین الدین اپنی ماں کی دُعا سے اس والدته، کانت صالحة حافظة مرتبہ کو پہونچے، وہ بہت نیک حافظ قرآن تعرف التفسیر اور تفسیر جانتی تھیں۔

امام زین الدین کا بیان ہے کہ جب میں اپنے ماموں امام شرف الاسلام عبدالوہاب سے تفسیر پڑھ کر والدہ کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ ایش فسر الیوم بھائی نے آج کیا تفسیر بیان کی، جب میں بتاتا کہ فلاں فلاں سورتوں کی تفسیر بیان کی ہے تو فرماتیں کہ کیا فلاں کا قول نقل کیا؟ کیا فلاں بات بیان کی ہے؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو ان کا بیان کرکے کہتی تھیں کہ انہوں نے یہ چھوڑ دیا ہے۔ان کا یہ حال تھا کہ

کانت تحفظ کتاب الجواھر وہ اپنے والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب

وھو ثلاثون مجلدة تالیف	الجواہر کو جو تیس جلدوں میں تھی زبانی یادرکھتی
والد ھاالشیخ الضرح ، واقعدت	تھیں اور چالیس سال تک مصلی پر بیٹھی
اربعین سنة فی مخرابھا(٦)	عبادت کرتی رہیں۔

طبقات المفسرین میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کی شیخ الاسلام ابوالفرج عبدالواحد بن محمد شیرازی مقدسی متوفی ۴۸۶ھ نے کتاب الجواہر کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی اور یہ پوری کتاب ان کی صاحبزادی کو یاد تھی۔(۷)

امام ابومحمد سراج الدین عبدالرحمن بن عمر دانی حنبلی متوفی جمادی الاولیٰ ۳۴۳ھ کی اولاد میں ایک نابینا صاحبزادی تھیں جو اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں اعجوبہ شمار کی جاتی تھیں۔

وکانت له بنت عمیاء تحنظ	ابومحمد حران کی ایک لڑکی نابینا تھی
کثیرااذاُسئلت عن باب من	اس کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی کسی
العلم من الکتب الستتة ذکرت	حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتادیتی تھی
اکثره وکانت فی ذلک اعجوبةً(۸)	قوت حافظہ میں وہ اعجوبہ تھی

میمونہ بنت ابوجعفر مدنیہ، مشہور قاریہ مجودہ تھیں انھوں نے یہ فن اپنے والد سے حاصل کیا تھا اوران سے دوسرے لوگوں نے پڑھا۔ امام القراء ابن جزری نے اپنی بیٹی سلمی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے قراءت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کر کے سنایا تھا اور قراءت عشرہ کی تعلیم بھی ان کے اصول کے مطابق حاصل کی تھی، وہ فن تجوید میں اس قدر آگے تھیں کہ اس زمانہ میں کوئی قاری ومجود ان کی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔

ابن تغر بروی نے النجوم الزاہرہ میں لکھا ہے خلیفہ ہارون رشید کی زوجہ زبیدہ کے محل سرا میں ایک ہزار باندیاں قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اوران کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کے مانند سنائی دیتی تھی۔ بنات اسلام نے قرآن کی خدمت اس کی کتابت کر کے بھی کی ہے۔ ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ شہر قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سوستر عورتیں خط کوفی میں قرآن کریم لکھتی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ پورے شہر قرطبہ کی عورتوں میں قرآن کریم کی کتابت کا کتنا ذوق رہا ہوگا

۔ہمارے ملک کے بادشاہ شاہجہاں کی پوتی شہزادی شادخانم نے خط ریحان میں کمال متانت سے ایک قرآن کریم لکھا تھا جس کے آخر خط رقاع میں اپنا نام ونسب تحریر کیا تھا۔(۹)

۳۔قرآنی خادمات

۱۔ بیرم بنت احمد مالکیہ:

ان کے والد قرآن مجید پڑھاتے تھے اور فقہاء کے پاس بکثرت آنا جانا رکھتے تھے۔ اسی ماحول میں موصوفہ کی نشو ونما ہوئی۔قرآن کی قاریہ تھیں، شمس بن صائغ سے سات قرائتیں پڑھیں اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے عشرہ کی تکمیل کی۔شاطبیہ وغیرہ بہت سی کتابیں حفظ یاد تھیں، ریاض الصالحین وغیرہ کئی کتابیں بکثرت مطالعہ میں رکھتی تھیں۔لیکن بعد میں جب شیخ البلد احمد بن تریمس سے شادی ہوگئی تو یہ فلاحی کاموں میں زیادہ مصروف ہوگئیں،

۲۔ حفصہ بنت سیرین (ہمشیرہ محمد بن سیرین):

ام ہذیل کنیت تھیں ،فقیہہ انصاریہ تھیں ،آپ ام المومنین سیدہ عائشہ کی ذہین شاگردہ تھیں۔آپ نے ان کے اخلاق ومعارف سے بہت فائدہ اٹھایا۔عبادت فقاہت اور قرات میں بلند مقام پایا حتیٰ کہ ان کو سید میں شمار کیا کو جاتا ہے۔

ایاس بن معاویہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں پایا جس کو حفصہ بنت سیرین پر فضلیت دے سکوں۔بارہ سال کی عمر میں قرآن شریف کی حافظہ ہوگئی تھیں۔لوگوں نے ایاس سے کہا، کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی حفصہ سے کمتر ہیں؟ کہنے لگے، ہاں! میرے خیال کے مطابق تو ان حضرات کو بھی حفصہ پر فضلیت حاصل نہیں ہے۔

موصوفہ کے بھائی محمد بن سیرین کو جب قرآن میں کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے۔جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اس لفظ کو کس طرح پڑھتی ہیں (اور پھر اسی کے مطابق عمل کرو) حفصہ اپنے دل کو ہمہ وقت اللہ سے لگائے رکھتیں اور کثرت سے قرآن پاک ختم کرتی تھیں اور یہ معمول آخر زندگی تک رہا۔مہدی بن میمون کہتے ہیں۔وہاں سے صرف قیلولہ کے لئے یا قضاء حاجت کے لئے باہر

نکلتی تھیں۔

موصوفہ کے صاحبزادہ ہذیل سردی کے موسم میں انگیٹھی میں لکڑی جلا کر کمرے کو اپنی والدہ کے لئے گرم کرتے تھے اور موصوفہ اس کے ذریعہ تسکین محسوس کرتیں برابر عبادت اور نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ جب ان کے بیٹے فوت ہو گئے تو صبر سے کام لیا فرماتی تھیں بعض اوقات بے ساختہ دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی ایک رات میں سورۃ نحل پڑھ رہی تھی کہ ان آیات پر پہنچی۔

ولا تشتروا بعهدالله ثمنا قليلا انما عند الله هو خير لكم ان كنتم تعلمون .ما عند كم ينفد وما عند الله باق و لنجذين الذى صبروا اجرهم با حسن ما كانوا يعلمون (اورتم لوگ عہد خداوندی کے بدلے میں تھوڑا مول مت حاصل کرو۔ بس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بدرجہ بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم وقائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے۔

میں ان آیات کو بار بار لوٹا کر پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ والی وہ کیفیت دور فرمادی۔

حفصہ رات بھر لمبی نمازیں پڑھتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے خشیت الہٰی کی وجہ سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک سندھی باندی خریدی۔ باندی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی آقا کو کس طرح پایا؟ کہنے لگی کہ وہ بہت صالحہ ہیں لیکن ان سے کوئی اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے کہ ساری رات روتی ہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ وہ گناہ ابھی تک معاف نہیں ہوا۔

۳۔ خدیجہ بنت احمد فاسیہ:

بہت نیک عالمہ فاضلہ تھیں۔ کتاب اللہ اور اس کی تجوید وقراءت کی حافظہ اور حروف کے مخارج کی خوب ماہرہ تھیں۔ ورش وقالون اور مکی وغیرہ متعدد قراءت میں تلاوت کرتی تھیں اور ان قراءتوں کی جملہ وجوہ واحکام سے بخوبی واقف کار بھی تھیں۔ پوری باقاعدگی سے قرآن شریف کی تعلیم میں

ہمیشہ مشغول رہتیں اور
عبادت و تلاوت بھی خوب کرتی تھیں ۔صرف ضروری اور کار آمد باتوں سے تعلق رکھتیں۔فضول اور لایعنی باتوں سے کوسوں دور رہا کرتی تھیں ۔امام ابوعلی حسن جنبوری سے قراءت حاصل کی اور آگے موصوفہ سے شیخ عبدالحفیظ فاسی نے تینوں قراءتیں نقل کیں ۔اور موصوفہ نے انہیں ان تینوں قراءتوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۴۔ ام الخیر بنت احمد بن عیسیٰ:

قاضی فاضل شہاب احمد بن عیسیٰ بن محمد امی کی صاحبزادی تھیں اور وہ اپنے علاقہ میں عصفورہ کے نام سے معروف تھیں۔(شاید چڑیا کی طرح قرآن کو چہچانے کی عادت ہوگی)

810 ہجری سے پہلے ملیسا میں پیدا ہوئیں اور اپنے والد سے قراءۃ نافع کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا پھر آخری سانس تک قرآن مجید برابر یاد رکھا اور پڑھتی پڑھاتی تھیں۔

صفر 849 ہجری میں وادی لیہ کی عبلاء نامی بستی میں بقاعی نے موصوفہ سے ملاقات کی اور وہیں ان سے قرآن پڑھا۔ بقائی بتاتے ہیں کہ موصوفہ بہترین کاتبہ، قاریہ اور فاضلہ تھیں ۔قراء ور محدثین کی ایک جماعت سے موصوفہ کو اجازت حاصل تھی۔

۵۔ سلمیٰ ام الخیر بنت حضرت محقق ابن الجزری رحمتہ اللہ علیہ:

خود حضرت محقق رحمتہ اللہ علیہ طبقات القراء صغریٰ میں اپنی لخت جگر کا یوں تعارف کراتے ہیں۔

> "سلمیٰ جو میری بیٹی ہیں انہوں نے 813 ہجری میں حفظ قرآن شروع کیا پھر مقدمہ جزریہ اور مقدمتہ النحو حفظ کر کے مجھے سنایا۔اس کے بعد طیبتہ النشر حفظ کر کے اس کے مطابق مجھے قراءت عشرہ حفظاً سنائیں۔حتیٰ کہ 12 ربیع الاول 823 ہجری میں اس کی تکمیل کر لی۔تلاوت اتنی صحیح اور معیاری کہ کیا مجال کہ کوئی اختلاف بھی چھوٹ جائے"

دسویں قراءتوں میں اس قدر کمال ومہارت اور یادداشت حاصل کی کہ عزیزہ کے کا

ہمعصر کوئی شخص بھی اس میں ان کا مثیل اور ہم پلہ نہ تھا۔

علم اشعار اور عربیت بھی سیکھی، خطاطی میں کمال حاصل کیا۔ عربی اور فارسی نظم پر بھی قادر الکلام تھیں، مجھ سے حدیث بھی پڑھی اور علم حدیث میں بھی ید طولی حاصل کیا۔ بفضلہ تعالی روز افزوں رو بترقی ہیں

۶۔ عائشہ بنت ابراہیم ام محمد دمشقیہ:

661ہجری میں پیدا ہوئیں۔ ابن عساکر وغیرہ سے حدیث شریف سنی، قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ عورتوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ کئی خواتین نے ان سے پورا قرآن شریف پڑھا اور بھرپور علمی استفادہ کیا۔

موصوفہ کے داماد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میری خوش دامن عبادت کی کثرت اور قرآن کی خوبی ءادا میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اس بارے میں کئی مردوں سے سبقت لے گئی تھیں۔ دنیا سے بہت بے رغبت تھیں اپنے پاس مال واسباب بہت کم مقدار میں رکھتی تھیں۔

حافظ ابوالحجاج یوسف مزی ان کے خاوند تھے جو اپنے زمانہ میں ملک شام کے مشہور محدث گزرے ہیں اور جو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال نیز تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کے مؤلف ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں ابن طولون کا قول ہے کہ بعد کے سب محدثین ان دو کتب کے عیال ومحتاج ہیں، کوئی محدث بھی ان سے استغناء و بے نیازی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

۷۔ عائشہ بنت عمران منوبی:

موصوفہ کو ان کے والد نے قرآن شریف حفظ کرایا حتیٰ کہ حفظ خوب پختہ ہوگیا۔ پھر موصوفہ نے عبادت پر پوری توجہ مرکوز کردی اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلی، سوت کات کر گزر اوقات کرتی تھیں

منجملہ ان محاسن وکمالات کے علاوہ یہ کہ پوری زندگی میں ایک ہزار پانچ سو بیس مرتبہ 15200 قرآن پاک ختم کیا۔

فقراء اور مساکین کے ساتھ خوب حسن سلوک سے پیش آتیں اور حاجت مند لوگوں کی

ضرورتیں پوری فرماتیں اور اپنی آمدنی میں سے کوئی چیز بھی ذخیرہ کر کے نہ رکھتی تھیں ۔حتیٰ کہ فرمایا کرتی تھی کہ اگر میری جیب میں رات کو ایک درہم بھی باقی رہا ہوگا جس کو میں خیرات نہ کرسکی تو میری پوری رات کی عبادت ناقص ہوگی ۔سبحان اللہ، اس سے موصوفہ کی دریا دلی اور دردمندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

وفات کے وقت آخری کلمہ جو ان سے سنا گیا یہ آیت کریمہ تھی ان اللّٰہ مع الذی اتقواو و الذی هم محسنون (یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیکوکار ہوتے ہیں)

۸۔ عائشہ بنت یوسف باعونیہ:

موصوفہ عالم جلیل یوسف بن احمد بن ناصر باعونی مقدسی الصالحی الدمشقی الشافعی کی صاحبزادی تھیں جن کو ان کے والد چار سال کی عمر میں قدس سے دمشق لے آئے تھے اور وہیں انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔

موصوفہ نے اپنے دوسرے بہت سے بہن بھائیوں سمیت اپنے والد ہی کے زیر سایہ تربیت پائی اور ان سب نے والد صاحب ہی کے ہمراہ اکٹھا حج بھی کیا۔موصوفہ نے بذارت خود اپنی سیرت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

اللہ پاک نے بحمدہ مجھ میں اپنی کتاب کریم کی قراءت کی صلاحیت ودیعت رکھی ہے اور صرف آٹھ سال کی عمر میں مکمل قرآن شریف کے حفظ کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے

919ہجری میں قاہرہ میں جا کر بہت سے علوم حاصل کئے اور وہیں سے افتاء اور تدریس کی اجازت بھی مرحمت ہوئی ـــ

تالیف کے لحاظ سے عائشہ باعونیہ موصوفہ کو پوری اسلامی تاریخ کی عالمہ خواتین میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے چنانچہ موصوفہ کی چند تالیفات حسب ذیل ہے۔

ا۔ الاشارات المخفیه فی المنازل العلیه یہ بحر رجز کا ایک قصیدہ ہے

۔جس میں ہروی کی کتاب منازل السائرین کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

۲۔ الدرا الغائض فی بحر المعجزات و الخصائص یہ سیرت نبویہ ﷺ پر ایک قصیدہ رائیہ ہے۔

۳۔ صلاۃ السلام فی فضل الصلاۃ والسلام علی اس میں علامہ سخاوی کی کتاب القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع
کا اختصار پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ الفتح المبین فی مدح الامین یہ نعت نبوی ﷺ پر ایک قصیدہ میمیہ ہے

۹۔ فاطمہ بنت عبداللہ بن متوکل علی اللہ:

موصوفہ علوم دینیہ کی عالمہ اور انتہائی ذکیہ اور دیندار ومتقیہ تھیں۔ سورۃ توبہ تک قرآن شریف حفظ یاد کیا تھا۔ پوری باقاعدگی کے ساتھ روزانہ سات پارے منزل پڑھا کرتی تھیں، جب یحیی اشرف الدین امام متوکل علی اللہ سے موصوفہ کی شادی ہوئی تو جامع [illegible] کا دونوں آپس میں تکرار اور دورہ کیا کرتے تھے اور اس کی مشکلات کے حل میں اپنے خاو[illegible] موصوفہ بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔ 895 ہجری سے 910 ہجری میں وفات پائی۔

۱۰۔ فاطمہ بنت محمد یوسف دیروطی:

ان کے والد ابن الصائغ کے نام سے مشہور [illegible] موصوفہ عالمہ، فاضلہ تھیں۔ اول قرآن کریم حفظ کیا پھر شاطبیہ وغیرہ کئی کتب حفظ کیں۔ ا[illegible]لد سے قراءت کی مشق کی پھر قاہرہ کے شہاب سکندری اور زین جعفر سے قراءتیں پڑھ کر مزید پختگی اور کمال حاصل کیا۔ حتیٰ کہ فن قراءت کی خوب ماہرہ اور فاضلہ بن گئیں۔

شاطبیہ خوب مستحضر اور نوک زبان تھی۔ اس کے علاوہ مطالب کو بھی خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں بلکہ کئی جگہ اپنی طرف سے نئے عمدہ فوائد اور مباحث بھی بتایا کرتی تھیں مردوں اور عورتوں کی ایک معتد بہ جماعت نے موصوفہ سے استفادہ کیا۔ جن خواتین نے ان سے قراءتیں پڑھیں انہی

میں سے بیرم بنت احمد بن محمد دیر وطیبہ بھی تھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔

۱۱۔ بنت فائز القرطبی:

علم وادب کے فنون کے حفظ کے متعلق موصوفہ کو ید طولی حاصل تھا۔ اپنے والد فائز سے تفسیر ولغت عربیہ اور علم اشعار اور اپنے خاوند ابو عبداللہ بن عباد سے فقہ حاصل کیا۔

قراءت سیکھنے کے لئے امام ابو عمرو دانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن آپ کو پھوڑے کی تکلیف میں مبتلا پایا جو کہ ان کی وفات کا سبب بنا۔ اس پر موصوفہ نے حضرت دانی رحمتہ اللہ علیہ کے قابل شاگرد کے متعلق استفسار کیا تو ابوداؤد مقری کا نام لیا گیا۔ جب ابوداؤد بلنسیہ پہنچے تو 444 ہجری میں موصوفہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر پر قراءت سبعہ ان سے پڑھیں۔ پھر حج کیا اور واپسی پر مصر میں 446 ہجری میں وفات پائی۔

۱۲۔ جحیمہ بنت حیی ام درداء صغریٰ تابعیہ:

حضرت ابو درداء کی تیسری بیوی تھیں۔ صغر سنی میں ابو درداء سے قرآن پڑھا اور خود موصوفہ سے آگے ابراہیم بن ابی عبلہ اور عطیہ بن قیس وغیرہ ھمانے قراءت نقل کی ہے۔

جب حضرت ابو درداء فوت ہونے لگے تو ام درداء نے ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ نے میرے والدین کو میرا پیغام نکاح بھیجا تھا اور انہوں نے آپ سے میری شادی کردی تھی لیکن آخرت میں از خود آپ کو پیغام نکاح دیتی ہوں، وہاں میرا خیال رکھنا۔ اس پر حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ پھر میرے بعد تم کسی اور سے نکاح نہ کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ المرءاۃ لاخراز واجھا

(عورت اپنے آخری خاوند کی ہوگی) (۱۰) ابو درداء کی وفات کے بعد حضرت معاویہ نے ام درداء کو پیغام نکاح بھیجا تو موصوفہ نے پوری بات بتادی۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا تو پھر آپ روزے رکھنا اپنے اوپر لازم پکڑلو۔

ام درداء فرماتی تھیں کہ میں نے ہر طرح کی عبادت کی لیکن جو سکون قلبی اور مقصد بر آری کی خاصیت مجالس ذکر میں پائی کسی بھی عبادت میں ہرگز نہیں پائی۔ نیز ارشاد فرماتی تھیں کہ

عبادت گزاروں کے دلوں کے لئے دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرنی ہے جس نے بھی دنیا کو ترجیح دی اسی کو دنیا نے ذلیل وخوار کر دیا۔

یونس بن میسرہ بن حلبس روایت کرتے ہیں کہ کئی عبادت گزار خواتین رات کو ام درداء کے پاس آجایا کرتیں اور پھر وہ سب مل کر رات کو اتنا لمبا قیام کرتیں تھیں کہ ان کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔

۱۳۔ بی بی فاطمہ نیشاپوری:

بی بی فاطمہ خراساں (ایران) کے شہر نیشاپوری رہنے والی تھیں۔ معرفت الٰہی میں بہت آگے تھیں۔ انہیں قرآن کریم کی تفسیر اور مطالب بتانے میں ایسا کمال حاصل تھا کہ جو بھی سنتا تھا عش عش کر اُٹھتا تھا عبادت کرنے سے اس قدر شغف تھا کہ ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتی تھیں، کھانا بالکل سادہ ہوتا اور پیٹ بھر کر کبھی نہ کھاتی تھیں۔

آپ ایک لمبا عرصہ بیت اللہ میں مقیم رہیں۔ اس زمانے میں ان سے بڑے بڑے علماء اور اولیاء نے کسب فیض کیا۔ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت ذالنون مصری جیسے بزرگوں نے ان کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی میں ایک باکمال عورت دیکھی ہے اور وہ فاطمہ نیشاپوری ہے، جس مقام اور مسئلہ پر ان سے گفتگو کی، ان کو اس سے آگاہ پایا۔ بی بی فاطمہ نے 223 میں وفات پائی۔

۱۴۔ قاریہ بشیر النساء:

حافظ قاریہ بشیر النساء دختر حافظ بدر الاسلام عثمانی نے 1285 ہجری میں تقریباً 43 برس کی عمر میں بیوہ ہو جانے کے بعد قرآن پاک حفظ کیا۔ کچھ عرصہ تک 15 اور پھر 10 پارے روزانہ صبح کی نماز کے بعد پڑھتی تھیں، پھر ایک عرصہ ایک منزل اور جب زیادہ ضعیف ہوگئیں تو 3 پارے پڑھتیں۔ حضرت قاری محی الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی پھوپی تھیں۔ 1332 ہجری میں معمر 90 سال کی عمر وفات پائی۔

۱۵۔ شاہی محل میں ایک ہزار حافظہ وقاریہ خادمات:

محمود خلجی والی مالوہ کے عہد میں شادی آباد مانڈ وعلم وفضل کا مرکز تھا۔ تمام ملک گویا شیراز اوسمرقند بن گیا تھا۔ محمود خلجی نے ایک مدرسہ اجین میں ایک سارنگ پور میں تعمیر کرایا۔ اس کے جانشین غیاث الدین خلجی نے بھی مدارس کوفروغ دیا۔ اس کے زمانے میں حفظ وقراءت کا اتنا چرچا تھا کہ شاہی محل میں ایک ہزار خادمات حافظہ وقاریہ تھیں ۔ یہ جوان العمرلڑکیاں مختلف شفٹ بنا کر قرآن پڑھتیں رہتی تھیں۔

۱۶۔ زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون الرشید:

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ زبیدہ خاتون اہلیہ خلیفہ ہارون الرشید کی سو باندیاں تھیں ،سب کی سب پورے قرآن کریم کی حافظہ تھیں۔ ان کے علاوہ بعض باندیوں کو کچھ کچھ حصہ حفظ تھا۔ شاہی محل میں حافظہ باندیوں کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھی کی بھنک کی طرح سنائی دیا کرتی تھی۔(۱۱)

۱۷۔ ضبط قرآن میں پانی پت کی ایک خاتون کا عجیب واقعہ:

قرآن پاک کی سورۃ النساء کا دوسرا رکوع یوصیکم اللہ ہے۔ اس کی آیتوں میں متشابہات اور باہم ملتے جلتے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً! ان کان لکم ولد، ان لم یکن لھن ولد ،ان لم یکن ولد ،فلامہ السدس ،فلامہ الثلث ،یوصی بھ ، یوصین بھا ،توصون بھا ، یوصی بھا۔ یہ رکوع حفاظ میں خاصا مشکل شمار کیا جاتا ہے۔ پانی پت میں ایک دوشیزہ نے اعلان کیا کہ جوشخص مجھے یوصیکم اللہ والا رکوع اس طرح صحیح اور پختہ سنادے کہ میں جولفظ بولوں وہ اس سے آگے صاف صاف پڑھ دے تو میں اس آدمی سے نکاح کرلوں گی۔ اس پر کئی بڑے بڑے جید حفاظ آئے لیکن ناکام واپس ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ کافی دنوں کے بعد ایک حافظ نے اسے یہ رکوع حسب منشا سنادیا اور اس خاتون نے اس حافظ مرد سے نکاح کرلیا۔

ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان خواتین نے حفاظت قرآن،

کتابت قرآن اور تفسیر قرآن کے شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ اپنے گھروں کے کام کاج سمیٹ کر بقیہ وقت قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں گذارتی تھیں۔ قرآن مجید کے انوارات نے ان کے سینوں کو منور کر دیا تھا۔(۱۲)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار تارک قرآن ہو کر

۱۸۔ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن مصری کی قرآنی خدمات

علوم قرآن کے تمام مباحث پر قرن اول سے اب تک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے بحث کی جاتی رہی ہے لیکن پھر بھی ان کا حق ادا نہ ہو سکا اور اب بھی وہ تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے مباحث کی طرح، اعجاز قرآن' کا موضوع بھی ابتداء ہی سے زیر بحث رہا ہے۔ اگرچہ ابتدائی صدیوں میں متکلمین کے کلامی مباحث یا مفسرین کی تفسیروں کے ضمن میں اس کا تذکرہ ہوتا تھا۔ لیکن بہت جلد اس موضوع پر مستقل تالیفات وجود میں آنے لگیں۔ چنانچہ کوئی صدی ایسی نہیں ملتی جس میں اعجاز قرآن کے موضوع پر پائے جانے والے علمی سرمایہ میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی پیش نظر کتاب "الاعجاز البیان للقرآن الکریم" ہے جسے ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی نے تالیف کیا ہے۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی کا نام تفسیر اور علوم قرآن سے شغف رکھنے والے حلقہ میں نامانوس اور غیر معروف نہیں ہے۔ ابتداء میں ان کا رجحان عربی ادب کی طرف تھا لیکن مطالعہ قرآن کی طرف ان کا ذہن موڑنے میں نمایاں کردار ان کے استاد مشہور عالم وادیب امین الخولی کا ہے جو ان کے شوہر بھی تھے۔ انہوں نے ان کی تربیت اور رہنمائی کی اور علمی وادبی صلاحیتیں پروان چڑھائیں۔ بنت الشاطی نے اپنی کتاب "التفسیر البیانی" کے مقدمہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ میرا طریقہ تفسیر استاد امام امین الخولی کا بتلایا ہوا ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی اور اس میں ان کی متعدد تالیفات ہونے کی وجہ سے انہیں ۱۹۶۲ء یا ۱۹۶۳ء میں جامعہ عین شمس

مصر میں استاذ کرسی اللغۃ العربیۃ وآدابہا کا عہدہ ملا۔ اسی وقت سے وہ قرآن کریم کے مطالعہ، غور وخوض اور منہجی تطبیق میں مشغول ہیں۔ اب تک قرآنی موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں آچکی ہیں جن میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: التفسیر البیانی للقرآن الکریم دو حصے، مقال فی الانسان ودراسۃ قرآنیۃ، القرآن والتفسیر العصری۔ اس زمانے سے اب تک مختلف اوقات میں الجزائر، ہندوستان، پاکستان، بغداد، کویت، سوڈان، مراکش، امارات، لبنان اور دوسرے ممالک میں مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں یونیورسٹیوں اور سیمیناروں میں قرآنی موضوعات پر مقالات پیش کرچکی ہیں۔ ان میں سے کچھ موضوعات یہ ہیں:

منهج التفسير البياني، مشكلة الترادف اللغوى في ضوء التفسير البياني للقرآن، قضية الاعجاز، الاعجاز البياني للقرآن، جديد من الدراسة القرآنية، منهج الدراسة القرآنيه القرآن و حقوق الانسان، من اسرار العربية في البيان القرآني.

• ۱۹۷۱ء سے موصوفہ جامعۃ القیزوین مغرب میں مطالعات قرآن کی پروفیسر ہیں۔ اوردار الحديث الحسينيه رباط، كلية الشريعة فاس اور كلية اصول الدين نطوان میں قرآنی موضوعات پر لکچر دیتی ہیں۔

ان کے زیر نگرانی متعدد اسکالر نے قرآنی موضوعات پر ریسرچ کرکے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جیسے استاد عبدالسلام کنونی لکچرار کلیۃ اصول الدین نطوان نے ابوعبداللہ ابن ابی زمنین کی تالیف مختصر تفسیر یحیی بن سلام پر تحقیق کی ہے۔ استاد عبدالکبیر صدغری لکچرار کلیۃ الشریعہ فاس نے قاضی ابوبکر بن العربی کی تالیف الناسخ والمنسوخ پر تحقیق کی ہے اور محترمہ سہیر محمد خلیفہ مدرسۃ الازہر نے الشواہد القرآنیہ فی کتاب مغنی اللبیب لابن ہشام کے موضوع پر کام کیا ہے۔

ایک اہم کتاب ''الاعجاز البیانی للقرآن الکریم'' مقدمہ اور تین مباحث پر مشتمل ہے مقدمہ میں بنت الشاطی نے ہر صدی میں ''اعجاز قرآن'' پر لکھی جانے والی تالیفات کا تعارف کراتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہر زمانے میں لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اعجاز قرآن پر جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ حرف آخر ہے۔ لیکن اگلی صدی نے ان کے اس دعویٰ پر خط نسخ کھینچ دیا۔ کیونکہ اعجاز قرآن کا موضوع اسے محدود کی جانے والی تمام کوششوں سے پرے ہے۔

اس کتاب کی پہلی بحث میں معجزۂ قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے اعجاز اور تحدی میں فرق بتلایا ہے پھر قرآن کے وجوہ اعجاز کا تذکرہ کر کے ان میں سے بلاغی اعجاز پر زور دیتے ہوئے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ماہرین بلاغت کی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ماہرین بلاغت کے طویل اقتباسات نقل کر کے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ان کا نقطۂ نظر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری بحث (جو اصل موضوع کتاب ہے۔) میں بنت الشاطی نے اعجاز قرآن کے سلسلہ میں اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ قرآن کا اعجاز حروف میں۔

۲۔ قرآن کا اعجاز الفاظ میں۔

۳۔ قرآن کا اعجاز اسالیب میں۔

اس طرح انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ قرآن کریم نے نہ تو کوئی حرف زائد استعمال کیا ہے نہ کوئی حرف محذوف رکھا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو کسی دوسرے لفظ کی جگہ استعمال کیا ہے۔ قرآن نے عام راہ سے ہٹ کر اگر کوئی اسلوب اختیار کیا ہے تو اس میں بھی بلاغت موجود ہے۔ اس طرح قرآن کا ہر حرف، ہر لفظ اور ہر اسلوب اپنی جگہ بھرپور بلاغت رکھتا ہے اور یہی قرآن کا اعجاز ہے۔

کتاب کی تیسری بحث ''مسائل ابن الازرق'' سے متعلق ہے۔ اس کا ترجمہ اس